AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 5, Issue 1, June 2021
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

Scan for download

برصغیر میں سیرت نگاری کے جدید رجحانات کے اسباب و عوامل اور اثرات کا مطالعہ

A Study of Causes and Effects on Modern Trends of Sirah Writing in the Subcontinent

Muhammad Aleem [1], Muhammad Waris Ali
Doctoral Candidate, Department of hadith and Seerah, AIOU, Islamabad
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Pakistan

ARTICLE INFO

Article History:
Received 01 May 2021
Revised 05 May 2021
Accepted 01 June 2021
Online 30 June 2021

DOI:

***Keywords**:*
Sirah,
Islamic
Education,
Indo Pak
Subcontinent.

ABSTRACT

Study of those motives and causes, which ley behind occurrence of trends in Sirah writing, is essential and more useful. Since last two centuries, Indian Subcontinent has seen a tremendous movement in this branch of knowledge because of some regional and socio- political reasons. Major effects of this movement were emphasis on authenticity of sirah traditions, defense of sirah from apparently logical but concocted objections of Orientalists and attacks of Christian priests on the life and character of the Prophet (peace be upon him). A tug of war between men of reason and traditionalists is also among the characteristics of this movement. Although Old-styled Sirah writing (compilation of traditions) remained intact, however a key shift towards latest, European styled, analytical study of cause and effect of historical events is seen as phenomenon of this great movement. Another characteristic of this development is that Sirah was presented as a concise wholesome of all essential Islamic educations through life and teachings of the Prophet (peace be upon him). All these new features in Sirah writing, which marked many trending activities, are effects of some causes. This article highlights important causes and their effects of new trends in Sirah writings of Indo Pak subcontinent. Social and political environment of under study period has been discussed in detail. Quotations of eminent scholars have also been obtained and thoroughly analyzed to find those causes which created modern trends in Sirah writing . Conclusions have been drawn through comparative analysis of information after delimitation of area and population of the research. A further study of M.Phil /Ph.D thesis level is suggested for thorough analysis.

CC BY

تعارف

تاریخ سیرت کے مطالعہ میں ان محرکات و عوامل کا مطالعہ خصوصی اہمیت رکھتا ہے، جن کی وجہ سے سیرت نگاری کے مختلف رجحانات جنم لیتے ہیں یا کسی خاص دور میں مقبولیت حاصل کر کے اس فن کی روایت کو کوئی خاص سمت عطا کرتے ہیں۔ برصغیر میں سیرت نگاری کی تاریخ کی بہتر تفہیم کے لیے یہ ضروری اور مفید معلوم ہوتا ہے کہ خاص دور جدید کے تناظر میں دیکھا جائے کہ مختلف جدید رجحانات کے اسباب و محرکات کیا ہیں۔ یہ مطالعہ اس لحاظ سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ برصغیر پاک وہند میں پچھلی دو صدیوں میں سیرت طیبہ کا وقیع ادب وجود میں آیا، جو کیفیت و کمیت میں اس عرصہ میں عربی سمیت تمام زبانوں کے ادب سیرت پر فائق ہے[1]۔ یہ بھی کہا گیا کہ علامہ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی سیرت النبی جیسی معیاری اور تحقیقی کتاب عربی میں نہیں لکھی گئی[2]۔ اسی عرصہ کے دوران سیرت نگاری کے بعض نئے رجحانات سامنے آئے، جن میں سے بعض رجحانات مختلف عوامل کی وجہ سے سامنے آئے۔ اس مقالہ میں برصغیر کے لحاظ سے خصوصی اسباب و عوامل کا تجزیاتی مطالعہ کیا جانا مقصود ہے۔ سیرت نگاری یا دیگر علوم میں کوئی بھی رجحان عموماً جن صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے، ان میں مواد کا انتخاب، مواد کے مآخذ، مواد کی پیشکش کا منہج و اسلوب، شخصی و قومی اعتقادات و تصورات کی تصویر گری اور علم کے ابلاغ میں زمانے کی مخصوص تکنیکی سہولیات سے استفادہ کے طریقوں کو شامل کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں برصغیر کی اردو سیرت نگاری کے تناظر میں اس مسئلہ کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ سیرت نگاری کے متنوع جدید رجحانات کن اسباب و عوامل کے تابع جنم لے کر مقبول ہوئے۔

سیرت نگاری کا بنیادی سبب۔ محبت رسول ﷺ:

ایک مسلمان کیلئے محبت رسول ﷺ ہی سیرت نگاری کا سب سے بڑا محرک ہے۔ اگرچہ سیرت کی اہمیت میں قرآن پاک کی آیت مبارکہ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)[3] بجا طور پر پیش کی جاتی ہے۔ تاہم تاریخی تجربہ کچھ مزید حقائق کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر صرف اسوہ کا حصول ہی مطمع نظر ہوتا، تو اب تک سیرت کے جتنے دفاتر رقم ہو چکے ہیں اور احادیث کے جتنے ذخائر جمع ہو چکے اور ان پر مبنی فقہ کا جتنا مواد میسر آ گیا ہے، اس پر کسی خاص اضافہ کی گنجائش نہ تھی۔ اگرچہ چند تحقیقی کتب ایسی ضرور سامنے آئی ہیں، جنہوں نے ذخیرہ سیرت میں کچھ پوشیدہ حقائق سے پردہ اٹھایا ہے، مگر ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ جبکہ تالیفات سیرت کی تعداد کا شمار ایک ناممکن امر ہے۔ روز بروز نئی تالیفات وجود میں آ رہی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسا کن وجوہات کی بناء پر ہو رہا ہے؟۔ ایک حقیقت جس کی طرف ڈاکٹر علی الحرکان نے اشارہ کیا ہے وہ یہ کہ ایسا اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت میں ہو رہا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

> ”آپ ﷺ کی پیروی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی نشانی قرار دیا ہے۔ اس سبب سے لوگ گرویدہ و وارفتہ ہو کر آپ ﷺ کے محاسن کے اظہار اور سیرت طیبہ کی نشر و اشاعت کے لئے ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں“[4]۔

موصوف قرآن پاک کی آیت مبارکہ (قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ)[5] کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اس مظہر کو قرآن پاک کی ایک اور آیت کے تناظر میں بھی دیکھنا چاہیے، جس کا ذکر اہل علم کرتے رہتے ہیں۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں آپ ﷺ کے علو مرتبت اور رفعت ذکر کا جو وعدہ فرمایا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے (وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ)[6] یہ مظہر، اسی وعدہ ربانی کا جابجا اظہار ہے۔ سیرت کے پھیلاؤ کے پیچھے یہی ارادہ الٰہی بڑی حقیقت ہے۔ آنحضور ﷺ کی ذات گرامی سے اپنوں اور غیروں کی محبت انہیں مجبور کرتی ہے کہ وہ آنحضور ﷺ سے اپنی قلبی تعلق کا اظہار کریں اور آنحضرت ﷺ کی سیرت کو بیان کریں اگرچہ وہ کسی خاص مقصد یا ترتیب کے بغیر ہی کیوں نہ ہو۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کی ”النبی الخاتم[7]“ اور چوہدری افضل حق کی کتاب سیرت "محبوب خدا[8]" اسی شوق و محبت کی پیداوار ہونے کی مثالیں ہیں۔ مسلمان تو مسلمان، ایک مستشرق مارگولیس نے لکھا تھا کہ محمد (ﷺ) کے سوانح نگاروں میں جگہ پانا اعزاز کی بات ہے[9]۔

ابوالحسن ندوی اپنی کتاب سیرت کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی سعادت سمجھ کر یہ کوشش کی کہ سیرت نبوی ﷺ پر ایک نئی کتاب لکھ کر اس محبوب وجلیل القدر موضوع کے مصنفین کی نورانی فہرست میں شامل ہو جاؤں[10]۔

برصغیر میں سیرت نگاری کے جدید رجحانات کے خصوصی اسباب اور ان کے اثرات

سیرت نگاری کے بنیادی اسباب کے علاوہ مخصوص مکان و زمان سے پیدا شدہ حالات و واقعات سے کچھ ایسے اسباب بھی جنم لیتے ہیں، جو اس اعلیٰ علمی، عقائدی اور جذباتی سرگرمی کے ازدھار اور تنوع کا باعث بنتے ہیں۔ ذیل میں ان عوامل کا تفصیلی مطالعہ کیا جارہا ہے، جو برصغیر کے مخصوص سیاسی وسماجی حالات میں، جدید رجحانات سیرت کا باعث بنے ہیں ۔

مستشرقین کے اثرات :

جدید مستشرقین عالمی استعمار کا ہراول دستہ بن کر مشرقی ممالک میں آئے[11] اور مشرقی زبانوں، علوم اور مذاہب کا گہرا مطالعہ کیا۔ علامہ شبلی نے اپنے مشہور مقدمہ سیرت میں یورپ کے اسلام کے بارے میں لکھنے والوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے، ایک عوام اور مذہبی شخصیات مثلاً پادری وغیرہ دوسرے محققین وغیر متعصب لکھاری۔ جن کے بدولت نادرالوجود عربی کتب ترجمہ اور شائع ہوئیں۔ اخیر اٹھارہویں صدی میں جب یورپ کی سیاسی طاقت اسلامی ممالک میں پھیلنی شروع ہوئی تو اورنٹلسٹ کی ایک کثیر التعداد جماعت پیدا ہوئی۔ ان محققین میں تین طرح کے لوگ تھے۔ اول وہ جو عربی اور اصلی ماخذ سے واقف نہیں اور تراجم اور اوروں کی تصانیف سے معلومات لے کر مشتبہ اور ناکامل مواد کو قیاس اور میلان طبع کے قالب میں ڈھالتے ہیں دوم وہ جو عربی زبان وادب وفلسفہ اسلام کے تو بڑے ماہر ہیں مگر مذہبی لٹریچر اور فن سیرت سے ناآشنا ہیں۔ یہ اپنی عربی دانی کے زعم میں اسلام یاشارح اسلام کے بارے میں بڑی دیدہ دلیری سے جو چاہتے ہیں، لکھ جاتے ہیں مثلاً ساخو، جس نے طبقات ابن سعد شائع کی یانولڈ یکی، جس نے قرآن مجید کا خاص مطالعہ کیا۔ سوم وہ گروہ جس نے خاص اسلامی لٹریچر کا کافی مطالعہ کیا ہے مثلاً پامر صاحب یامار گولیس یاڈاکٹر اسپر نگر۔ لیکن ان سب کی مشترکہ خصوصیت ان کا مذہبی اور سیاسی تعصب ہے[12]۔

علامہ عبدالماجد دریابادی مستشرقین کے طریقہ کار کی تفصیل بیان کرتے ہوئے، لکھتے ہیں:۔

"جن علماء فرنگ کو کوئی خاص عناد اسلام سے نہیں، وہ بھی کس کس طرح واقعات کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں اور خواہ ضمناً ہی سہی، سیرت نبوی ﷺ کو کیسی کیسی تلبیسات اور تحریفات کا ہدف بناتے رہتے ہیں۔۔۔ایک خالی الذہن قاری جب کسی یورپی کی تصنیف پڑھتا ہے تو وہ آنحضور ﷺ کے ذکر پر بظاہر بڑے پر عظمت انداز میں آنحضور ﷺ کی نبوت کا اعتراف چھپا کر ایک باتدبیر لیڈر کا اقرار کرتا ہے، تو ایسے میں ایک سادہ دل مسلمان طالب علم، جو مصنف کی بے تعصبی اور رواداری کا قائل ہے، خلوئے ذہن کے ساتھ مصنف سے ایسے متاثر ہو جاتا ہے، جیسے وہ اس پر اثر ڈالنا چاہتا ہے"[13]۔

علامہ اسد مستشرقین کے بارے لکھتے ہیں:۔

"یورپ بدھشٹ اور ہندو فلسفیوں کے تعلیمات کو قبول کر سکتا ہے اور اُن مذہبوں کے متعلق ہمیشہ متوازن اور مفکرانہ رویہ اختیار کر سکتا ہے، مگر جیسے ہی اسلام اس کے سامنے آتا ہے، اس کے توازن میں خلل پڑ جاتا ہے اور جذباتی تعصب آجاتا ہے۔ بڑے سے بڑے یورپین مستشرقین بھی اسلام کے متعلق لکھتے ہوئے غیر معقول جانب داری کے مرتکب ہو گئے ہیں۔ اس طریقہ عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپ کے مستشرقین کے ادب میں ہمیں اسلام اور اسلامی تعلیمات کی بالکل مسخ شدہ تصویر ملتی ہے"[14]۔

ہیکل نے اپنی کتاب سیرت کے مقدمہ میں ایک معترض کو جواب دیتے ہوئے، مستشرقین کی فکری نقب زنی اور اس کے اثرات کا ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

"مستشرقین کی تحریروں میں اسلام اور بانی اسلام کے متعلق عیب جوئی کی بیماری اس حد تک دکھائی دیتی ہے اور وہ اپنی دورغ گوئی اس شاطرانہ انداز میں پیش کرتے ہیں کہ ان پر حقیقت کا یقین ہونے لگتا ہے"[15]۔

مستشرقین کی تصانیف اور کوششوں نے عالم اسلام میں علما اور مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان میں سے کچھ اثرات مثبت تھے مثلاً ہمارے قدیم سیرتی ادب میں بہت ساری کتب پر معجزاتی اور اساطیری رنگ غالب آ گیا تھا، جس میں غیر مستند مواد کی کثیر مقدار موجود ہے اور یہ مظہر نمایاں طور پر میلاد ناموں میں ظہور پذیر ہوا۔ مستشرقین کے مطالعات سے ہمیں اپنے طریقہ کار پر نظر ثانی کرنے اور اصول مرتب کرنے کی ترغیب ملی، چنانچہ اس سلسلہ میں متعدد سیرت نگاروں نے شعوری کوششیں کیں۔ دوسرے یہ کہ ہمارے ماخذوں اور راویوں کے چناؤ میں کچھ ایسی بے احتیاطیاں ہوئیں، جو کہ خود طریقہ محدثین کے بھی خلاف تھیں، ان کی وجہ سے جدید مصنفین کو بعض واقعات کی توضیح و تشریح میں مشکلات پیش آئیں۔ لہذا ہمارے ارباب سیرت نے اپنے ماخذوں پر بھی نظر ثانی کی اور انہی ضروریات کے تحت شبلی کا وقیع مقدمہ سیرت منصہ شہود پر آیا۔ ڈاکٹر تنولی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "سیرت کے باب میں مستشرقین کا گہرا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ خود اہل اسلام کو فہم سیرت میں اپنی کاوشوں کو معیاری بنانے کی دعوت دیتا ہے"[16]۔ دوسری طرف مستشرقین کی تحریروں کے بہت سے منفی اثرات بھی مسلم زعما، فکر اسلامی اور نوجوان نسل پر مرتب ہوئے۔ اول یہ کہ یورپ والوں کی تحریروں کو غیر معمولی اعتبار نصیب ہوا، جو کہ ان کے منفی مقاصد کے پیش نظر مسلم فکر کے لیے نہایت نقصان دہ تھا۔ دوم یہ کہ مسلم اقدار خود مسلمانوں کے لیے فرسودہ اور محض چھٹی ساتویں صدی کی کفیل قرار پائیں، سوم یہ کہ بنیادی اسلامی مآخذ قرآن، حدیث اور سیرت پر شکوک و شبہات کے مصنوعی سائے لہرانے لگے اور مجموعی طور پر اسلامی ذہن میں تشکیک اور بے یقینی نے اپنے ڈیرے ڈال دیئے۔ اسی حقیقت کی طرف ڈاکٹر طاہر القادری نے اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"جب ملت اسلامیہ عالمگیر سطح پر زوال کا شکار ہوئی، تو اغیار نے نہ صرف اس کے سیاسی، معاشرتی اور معاشی وجود کو مشق ستم کا نشانہ بنایا، بلکہ اسلام کے فکری نظام کو بھی کئی التباسات اور مغالطوں سے دوچار کر دیا۔ اسلام دشمن مفکرین اور مصنفین کی مسلسل کوششوں سے جہاں مسلم ذہن اپنے مستقبل کے مستقلاً مخدوش رہنے کا قائل ہو گیا۔ وہاں دین کی مبادیات خصوصاً حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ سے تعلق کے حوالے سے بھی کئی غلط فہمیوں کا شکار ہو گیا"[17]۔

مستشرقین کی انہی کوششوں کے اثرات کے طور پر یا ردعمل میں، برصغیر کے مسلم زعما میں ایک معروف معذرتی میلان پیدا ہوا، جو ہمارے سیرتی ادب کا حصہ ہے۔ اس کے سرخیل سرسید ہیں۔ ڈاکٹر شاہ علی نے ان پر تنقید بھی کی ہے اور ان کی تعریف بھی کی ہے، وہ سرسید پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سرسید اور ان کو پورا حلقہ مغربی تہذیب و ترقی پر ایمان بالغیب لا چکا تھا اور اس سے اس قدر مرعوب تھا کہ بات بات پر اس کا کلمہ پڑھتا تھا[18]۔ سرسید، شبلی، حالی، شرر، سبھی مغرب سے متاثر تھے کوئی کم کوئی زیادہ[19]۔ حالی مجموعی طور پر مغربی طریقوں سے، شبلی کارلائل، مکالے وغیرہ سے اور شرر اسکاٹ سے متاثر تھے[20]، جبکہ وہ سرسید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"سر سید نے مغرب کے حملوں کا مقابلہ مغرب ہی کے ہتھیاروں سے کیا۔ مغرب ہی سے خیالات کے سانچے لیے، ان ہی سے مغرب کے دلائل کا منہ پھیرا۔ جس کی بہترین مثال ایڈیسن اور اسٹیل کے ٹیٹلر اور سپکٹیٹر کے انداز پر تہذیب الاخلاق کا اجراء تھا۔ خطبات احمدیہ بھی اسی طریقے کی مظہر ہے۔ ان کے حلقے نے بھی کم و بیش یہی طریقہ اختیار کیا[21]۔

سید عبداللہ کی رائے میں خود علامہ شبلی اہل مغرب کے اس الزام سے، کہ مسلمانوں نے نبی ﷺ پاک کی ذات پر اساطیری رنگ چڑھا دیا ہے، مرعوب نظر آتے ہیں اور وہ اپنی کتاب سیرت میں انہیں ایک عام بشر ثابت کرنا چاہتے ہیں[22] اور شبلی پر اخلاقیات کے مروجہ تصورات کا جو اثر ہے، اسی کی بناء پر ہی

انہوں نے واقعہ قتل کعب بن اشرف کو اخلاق کے موافق تسلیم کرنے پر پس وپیش کیا[23]۔ ڈاکٹر انور محمود خالد لکھتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ مغربی حملوں کے جواب میں سر سید اور ان کے رفقاء (مثلاً مولوی چراغ علی اور حالی) وغیرہ کا رویہ مدافعانہ اور معذرت خواہانہ تھا[24]۔

مستشرقین کے خلاف بہت سارد عمل بھی پیدا ہوا۔ بہت سارے لوگوں نے ان کے نقطہ نظر کی تردید کے لئے کتب تحریر کیں، بعض کتب سیرت خالصتاً مستشرقین کے جواب میں تحریر کی گئیں۔ جن میں نمایاں طور پر سر سید احمد خاں کی 'خطبات احمدیہ' امیر علی کی 'دی سپرٹ آف اسلام' حیرت دہلوی کی 'سیرت محمدیہ' شامل ہیں۔ اسی طرح مستشرقین نے جس طرح علمی اسلوب کو متاثر کیا ہے اور جو الزامات یا نکات، سیرت اور سیرت نگاری پر اٹھائے ہیں، ان کے جواب میں درجنوں کتب لکھی گئیں۔ انور محمود خالد لکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے بھی اسلام اور بانی اسلام کے دفاع میں نہ صرف مغربی مصنفین کی کتابوں کے تراجم کیے، بلکہ ہندوستان میں لکھی ہوئی ہر کتاب کا جواب بھی لکھا۔ چنانچہ بسا اوقات ایک ایک کتاب کی تردید میں کئی کئی مصنفین نے قلم اٹھایا[25]۔ کچھ مصنفین نے اُن ہی کی طرح کا استدلالی انداز اپنا کر اور کچھ نے اپنے قدیم روایتی انداز میں سیرت تحریر کی، مگر پس منظر میں اُن کے اعتراضات ضرور پیش نظر رہے۔ ڈاکٹر یوسف علی نے سید نواب کی کتاب سیرت رسول اللہ ﷺ کے پیش لفظ میں لکھا ہے:۔

"یورپی مستشرقین، اسلامی تاریخ کے عربی ماخذوں سے واقف ہو کر، اسلام اور بانی اسلام پر نئے ہتھیاروں سے حملہ آور ہوئے، تو اس پس منظر میں برصغیر کی دو اہم شخصیتیں ابھریں، جنہوں نے سیرت کی نمایاں خدمت کی اور ملت اسلامیہ ہند کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا، ایک شخصیت شبلی کی ہے اور دوسری پروفیسر نواب علی کی تھی"[26]۔

الغرض مستشرقین کے اثرات نے کسی ایک رجحان کو نہیں، بلکہ بہت سارے رجحانات و اسالیب کو متاثر بھی کیا اور بہت سے نئے رجحانات بھی متعارف کروائے، کسی نے اُن سے متاثر ہو کر اپنے طرز تحریر کو بدلا، کسی نے یورپی طریقہ استدلال کو سیرت میں برتنا شروع کیا۔ مستشرقین نے جغرافیہ کو سیرت کی بنیاد بنایا، تو ہمارے علمانے بھی جغرافیہ کا استعمال سیرت میں کیا[27]۔ انہوں نے ماخذوں کے استناد کی بحث شروع کی، تو ہمارے یہاں بھی اس کا شعور، جو پہلے ہی موجود تھا، زیادہ نمایاں ہو گیا۔ انہوں نے عرب کے آمد اسلام کے وقت کے ماحول کو ایک تحریک کے لئے ساز گار ثابت کیا، تو ہمارے لوگوں نے بھی ماحول کے تجزیے کیے اور عرب کے ماحول اور پس منظر کو واقعی کسی تحریک کا منتظر بنا دیا۔

پادریوں اور مشنریوں کا رد عمل :

مستشرقین کے علاوہ پادریوں اور عیسائی مبلغوں نے برصغیر پر قبضہ کے بعد اپنی اسلام دشمن سرگرمیوں کا آغاز کیا اور اس خطہ کے لوگوں کو عیسائی بنانے کے منصوبہ کے تحت، یہاں کے مذاہب پر حملہ آور ہوئے، ان کی ان کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر نجیبہ عارف لکھتی ہیں:۔

"ایسٹ انڈیا کمپنی کے برعظیم میں قدم جماتے ہی عیسائی مشنریوں کی آمد کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ عیسائیوں کی تبلیغی سرگرمیاں، خود اپنے مذہب کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کی تنقیص پر مشتمل تھیں۔ چنانچہ اسلام بھی اس کی زد میں آیا اور دین اسلام کے رد کے لیے جو ہتھیار سب سے زیادہ استعمال کیا گیا، وہ پیغمبر اسلام کی ذات پر رکیک حملوں اور آپ کی کردار کشی پر مشتمل تھا۔۔ مستشرقین اور عیسائی مشنریوں کی ہرزہ سرائیوں سے واقف ہوتے ہی، برعظیم پاک و ہند میں انہیں رد کرنے کی کوششیں شروع ہو گئیں اور اردو میں متعدد کتب اور رسالے تصنیف ہوئے، جن میں عیسائی مشنریوں کے اعتراضات کے جواب دیے گئے۔ مثلاً پادری عماد الدین کی کتاب "تحقیق الایمان" کے رد میں حالی کی "تریاق مسموم" ، مولوی چراغ علی کی "تعلیقات" اور مولانا قاسم نانوتوی کی "آبِ حیات" معروف ہیں۔ ان کتب کا انداز مناظرانہ اور روایتی ہے[28]۔

محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے کہ جاہل عیسائی علماء نے اپنی سر توڑ کوششوں سے مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کی بہت کوشش کی[29]۔ مستشرقین کی اسلام یا سیرت مخالف تحریروں کے جواب میں جو سیرتی لٹریچر تیار ہوا اور جن محققین نے دلائل کے ساتھ مستشرقین کی کتب کے جواب لکھے۔ انہوں نے عام

عیسائی نقطہ نظر اور پادریوں کی اسلام مخالف تحریروں کو بھی پیش نظر رکھا اور ان کے جواب دیئے۔ اُس کے علاوہ سیرت کی بہت سے کتب صرف مشنریوں اور پادریوں کے حملوں کے جواب میں لکھی گئیں۔ اگر کسی مشنری نے پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف ایک کتاب لکھی تو وہ اُس کی تردید میں کئی کئی مصنفین نے بیک وقت کتابیں لکھیں[30]۔ ولیم میور نے جو کتاب لکھی تھی، وہ بھی ایک پادری کے کہنے پر ہی لکھی تھی[31]۔ سر سید احمد نے خطبات احمدیہ اُس کے جواب میں لکھی اور ڈاکٹر شاہ علی نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ جوابی کتاب بھی ایک مشنیری جذبے کی پیداوار ہے[32]۔ علامہ منصور پوری کا دیگر کتب سیرت اور رحمت للعالمین لکھنے کا مقصد بھی یہ تھا کہ عیسائی مبلغوں کی تحریروں کا رد کیا جائے، اسی لیے الطاف فاطمہ نے اُنہیں سیرت نگار کی بجائے مناظر کہا ہے[33]۔

پادری عماد الدین نے دین عیسوی کی حمایت میں چالیس کے قریب کتب لکھیں۔ تحقیق الایمان، ہدایت المسلمین اور تاریخ محمدی وغیرہ کتب میں آپ ﷺ کی ذات اقدس پر ناپاک الزامات لگائے۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کی غیرت دینی جوش میں آئی اور تردید میں کئی کتب ورسائل لکھے۔ پادری عماد الدین کے علاوہ بھی بہت سارے عیسائیوں نے اسلام اور بانی اسلام کی مخالفت میں کتب لکھیں مثلاً پادری جان ولسن نے "مسلمانی دین کا رویہ" پادری جے ونسن نے "اصل افزائش وزوال دین محمدی" پادری اسمتھ نے رسالہ "دین حق" پادری ایل جے ایچ نے "ابطال دین محمدی بمقابلہ دین عیسوی" پادری رجب علی نے "آئینہ اسلام" پادری صفدر علی نے "مواعظ عقبیٰ" پادری سی جی فنڈر نے "میزان الحق" لکھی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد تو اس موضوع پر کتب کا سیلاب آ گیا۔ عماد الدین کی کتاب کے رد میں حالی، مولوی چراغ علی، فیروز الدین ڈسکوی، محمد علی کانپوری، اکرام اللہ اکبر آبادی اور سید محمد بھرت پوری نے کتب لکھیں۔ ان تمام کتب کا ذکر قاموس الکتب اردو جلد اول رد مناظرہ نصاریٰ میں موجود ہے[34]۔ ہندوستان میں عیسائی پادریوں کے مقابلے میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی، ڈاکٹر وزیر خان، مولوی آل حسن اکبر آبادی، مولوی سید ناصر الدین، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولوی منصور علی دہلوی، مولانا رحم علی منگلوری، مولانا عنایت رسول چڑیا کوئی اور مولانا محمد علی مونگیری وغیرہ میدان میں نکلے اور انہوں نے اسلام اور بانی اسلام کے دفاع کا حق ادا کر دیا[35]۔

الغرض سیرت کا خارجی کلامی یا مناظرانہ ادب بہت پھیلاؤ وسعت اور تنوع رکھتا ہے جس نے کئی ذیلی رجحانوں کو جنم دیا۔

مقابلے کی فضا:

مختلف مذاہب کے عوام وخواص کے دوسرے مسالک ومذاہب کے لوگوں سے برسر مقابلہ رہنے کی جبلت بھی سیرت نگاری کے فروغ کا باعث اور رجحان ساز رہی ہے۔ مثلاً سید سلیمان ندوی، دیباچہ خطبات مدراس میں لکھتے ہیں:۔

"مدراس میں کچھ برسوں سے ایک امریکی عیسائی کی فیاضی سے مدراس یونیورسٹی کے سامنے کوئی نہ کوئی ممتاز عیسائی فاضل حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات و سوانح اور مسیحی مذہب کے متعلق چند عالمانہ خطبے دیتا ہے۔ یہ خطبے سال بسال ہوتے ہیں اور نہایت دلچسپی سے سنے جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر مدارس کے چند مخلص تعلیمی کارفرما مسلمانوں کے دلوں میں بھی خیال آیا کہ یہاں کے انگریزی مدارس کے مسلمان طالب علموں کے لیے بھی مسلمانوں کی طرف سے اس قسم کی کوشش کی جائے۔ یعنی سال بسال کسی مسلمان فاضل کی خدمات حاصل کئے جائیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام پر طلبائے انگریزی کے ذوق اور موجودہ رنگ کے خطبات دے سکے[36]۔

چنانچہ اس سلسلہ میں پہلے خطبات سید سلیمان ندوی نے دیئے، پھر علامہ محمد اقبال نے وہ خطبات دیئے جو تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کے نام سے طبع ہوئے اور پھر پکتھال نے Cultural Side of Islam کے نام سے خطبات دیئے[37]۔ اب یہ سلسلہ خطبات بہاولپور اول[38] و خطبات بہاولپور دوم[39] اور خطبات اسلام آباد[40] تک پہنچ کر فرقہ ورانہ مقابلہ کی فضا سے آزاد اور خالص علمی سرگرمی کے طور پر فروغ پذیر ہے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ ماضی میں مقابلہ کی فضا نے اس رجحان کو جنم دیا تھا۔

عقائد کے اظہار کا وسیلہ / مناظراتی ذوق:

سیرت نگاری کو دوسرے اسلامی ماخذوں (قرآن اور حدیث) کی طرح اپنے مخصوص تصورات وعقائد کے فروغ کے لیے استعمال کرنے کا ذوق اور انسانی عادت بھی سیرت نگاری کے رجحانات کے پیدا ہونے کا سبب ہے۔ مسلمانوں کے آپس میں فرقہ ورانہ مباحث میں سیرت کا حوالہ کثرت سے دیا گیااور سیرت کے مختلف پہلوؤں کو مختلف مسلمان مسلکوں اور مکاتب فکر نے اپنی اپنی تائید اور مسلک کے نقطہ نظر کی حمایت میں پیش کیا۔اس طرح سیرت کا ایک داخلی مناظراتی یاداخلی کلامی ادب بھی پیدا ہوا[41]۔ بیسویں صدی کے نصف اول میں آنحضرت ﷺ کی سوانح حیات پر کتابوں کی کہکشاں نظر آتی ہے۔ مختلف فقہی مسالک اور عقائد و نظریات کے مصنفین نے اپنے اپنے دینی خیالات کے اظہار کے لئے کتب سیرت رسول ﷺ کو زینہ بنایا۔ دیوبندی، بریلوی، سنی، شیعہ، اہل حدیث اور اہل قرآن حضرات نے خاصی تعداد میں کتابیں لکھیں اور آنحضرت ﷺ کے سوانحی واقعات کے ضمن میں انہیں جہاں کہیں موقع ملا، انہوں نے اپنے مخصوص مذہبی نقطہ نظر کا اظہار کرنے سے دریغ نہیں کیا[42]۔ مثال کے طور پر رسول کریم ﷺ فی قرآن عظیم از پیر زادہ شمس الدین کے بارے میں خالد انور نے لکھاہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بین السطور ان کے احمدی عقائد جھلکتے ہیں[43]۔ سوانح عمری حضرت رسول مقبول ﷺ از نور حسین صابر جھنگ کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ مصنف نے شیعہ نقطہ نظر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ علامہ نور بخش توکلی کی سیرت میں بریلوی طبقہ فکر کے مخصوص تصورات چھائے ہوئے ہیں[44]۔ الرحیق المختوم اگرچہ ایک متوازن کتاب سیرت ہے، تاہم ادیان عرب کے بیان میں بار بار بدعات کا لفظ اور مسلسل پرزور بیانیہ مخصوص عقائد کے ابلاغ کی علامت ہے۔ تقابلی مطالعہ سے درجنوں کتب میں مخصوص مسلکی اصولوں اور تصورات کی کارفرمائی کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

شخصی اثرات:

بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی تحریریں ایک زمانے کو متاثر کرتی ہیں اور وہ جس رجحان کی بنا رکھیں، وہ رجحان مقبول ہو جاتا ہے۔ ان میں ایک شخصیت سرسید احمد خان کی ہے۔ سرسید نے علمی وادبی دنیا میں مختلف رجحانات متعارف کروائے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے سیرت کے اصول ومبادی پر نظر کو سرسید کی اولیات میں شمار کیا ہے اور ان کے بقول خطبات احمدیہ لکھ کر سرسید نے جن رجحانات کی بنا رکھی یاان کو ترقی دی وہ یہ ہیں۔ ۱۔ سیرت کے ماخذ کی تحقیق اور چھان بین۔ ۲۔ تحقیق علمی میں مغربی مصنفوں کی کتب سے فائدہ اٹھانا۔ ۳۔ انجیل وغیرہ سے قرآن کی صداقت کے ثبوت پیش کرنا۔ ۴۔ عرب کے جغرافیائی حالات اور نسلی معلومات کی تحقیق۔ ۵۔ اسلام کی تمدنی حیثیت کا مطالعہ[45]۔

خود سرسید کا اپنا میلان مغرب سے مرعوبیت کا تھا۔ اور وہ ہر اس بات سے انکار کر دیتے یا تاویل سے کام لیتے، جو یورپ کے نظریہ عقلیت، نظریہ فطرت، نظریہ تہذیب وتمدن اور نظریہ ارتقاء کے خلاف ہو[46]۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے لکھاہے کہ شبلی نے کتاب سیرت میں آپ ﷺ کو ایک بشر نبی اور ایک عقل مند نبی تصور کیا ہے اور یہ بشریت ومعقولیت کا رجحان بھی شبلی سمیت دبستان سرسید کا مشترک رجحان ہے[47]۔ صبر شاہ جہاں پوری کی ''آفتاب نبوت[48]'' پر تبصرہ کرتے ہوئے سید شمیم احمد نے لکھاہے کہ قدیم اصطلاحوں کے لئے جدید الفاظ کا استعمال اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کے لیے غیر مسلموں کی شہادت پیش کرنا سرسید کے براہ راست اثرات کا نتیجہ ہے[49]۔ ڈاکٹر شاہ علی نے سرسید کے ہمہ گیر اثرات کے بارے میں درج ذیل نکات پیش کیے ہیں:

1. اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرسید فن وتنقید وسیرت کے اماموں میں سے ہیں اور آج بھی ان کی بلند پروازی کے آگے مصلحت اندیشی پر جلتے ہیں[50]۔
2. مسلم سیاست کی طرح اردوادب کی نشاۃ ثانیہ بھی سرسید کی مرہون منت ہے اور بہت سی اصناف میں حقیقی معنی میں اولیت کا سہرا ان کے سر ہے، ان کے بغیر حالی، شبلی، اقبال، ابوالکلام وغیرہ وہ نہ ہوتے جو ہوئے[51]۔

3. یوں تو اردو کی ہر صنف ادب سر سید کی زیر قیادت مغربی ادب سے متاثر ہوئی ہے۔ لیکن بعض اصناف مثلاً مضمون نگاری، سوانح نگاری، تاریخ وغیرہ کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ یہ خاص طور پر اس کے مرہون منت ہے[52]۔

4. عبدالحلیم شرر اپنے فکر میں سرسید اور علامہ شبلی دونوں سے متاثر تھے، لیکن سرسید سے زیادہ، شبلی سے کم[53]۔

سرسید نے جس طرح اپنے وقت کے علماء کو متاثر کیا، اس پر تبصرہ کرتے انور محمود خالد لکھتے ہیں کہ پروفیسر سید نواب[54] پر (شبلی کے برعکس) سرسید کے مذہبی افکار کا گہرا اثر ہے، ان کا غالب رویہ عقلیت پسندی کا ہے، اس لیے کسی معجزے کا ذکر نہیں کیا[55]۔ ابوالکلام آزاد کے بارے میں عزیز احمد نے لکھا ہے کہ انہوں نے روایت پسندی اور جدیدیت کا امتزاج پیش کیا اور یہ عنصر بلاشبہ سرسید احمد خاں ہی کے اثر کا مظہر تھا، جس سے انہوں نے شدت سے اختلاف کیا تھا[56]۔ عزیز احمد نے سید امیر علی اور ان کے کلکتوی مسلک کی اٹھان کو علی گڑھ سے آزاد لکھا ہے۔ لیکن ان کے خیال میں یہ ۱۹۷۰ء کے عشرہ میں بلاشبہ سرسید سے متاثر ہو چکا تھا اور خود امیر علی مغربی اہل الرائے سے اسلام کی عذر خواہیوں اور توضیحات میں اور اسلامی معاشرتی اور مذہبی خیالات کی ڈھانچہ کی از سر نو تعمیر اور جدید خیالات کی ترویج میں سرسید احمد خاں کے پیروتھے[57]۔ عہد نامہ قدیم وجدید کے متعلق پرویز کا انداز سید احمد خاں کی روایت کے مطابق ہے[58]۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی نے مستشرقین کے اعتراضات کے پیش نظر مغربی طرز استدلال اور اسلوب تحقیق سے کام لے کر ان کا جواب دینے کو سرسید کی طرف منسوب کر کے دبستان سرسید کہا ہے[59]۔ مغربی اعتراضات کے سلسلہ میں معذرت کا انداز اختیار کرنا اور معجزات، جہاد، کثرت ازدواج، واقعہ بنو قریظہ، حضرت زینبؓ سے شادی، غلامی کو یکسر ختم نہ کرنا، جنوں اور فرشتوں کی حقیقت، اور معراج کے سفر جیسے واقعات پر مستشرقین کے اعتراضات اور اتہامات سے مرعوب ہو کر ان کا سرے سے انکاری ہو جانا یا دوراز کار تاویلات کا شکار ہو جانا ایک ایسا رجحان ہے جسے 'اعتذار' کا نام دیا جاتا ہے اور سید ابوالخیر کشفی لکھتے ہیں کہ "سرسید کی نیک نیتی اور عشق رسول ﷺ میں ہمیں مطلق شبہ نہیں لیکن خطبات احمدیہ سے اس سلسلہ کا آغاز ہوتا ہے جسے ہم 'اعتزاری ادب' کہتے ہیں"[60]۔

سطور بالا میں مختلف اقتباسات پر ثابت کرتے ہیں کہ سرسید کے اثرات ہمارے ادب پر سیرت کے باب میں ہمہ جہت اور کافی گہرے ہیں۔ انہوں نے بلاشبہ بہت سارے افراد، جماعتوں، رجحانات اور تصورات کو مثبت یا منفی انداز میں متاثر کیا ہے، اقتباسات بالا سے سرسید کے سیرت نگاری پر پڑنے والے اثرات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

سرسید کے علاوہ دیگر شخصیات نے بھی برصغیر کے لوگوں کو متاثر کیا جن میں جماعت اسلامی کے بانی سید ابوالاعلی مودودی بھی شامل ہیں، جنہوں نے تعلیم یافتہ طبقہ پر گہرے اثرات مرتب کیے اور انہیں کے زیر اثر، بہت سارے مصنفین نے سیرت کو ایک خاص تحریکی انداز میں پیش کیا۔ دوسری طرف عالم عرب میں مفتی محمد عبدہ، سید قطب شہید اور امام حسن البنانے مغربی استعمار کے خلاف، علماء کی کثیر تعداد اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں کی بڑی جمعیتوں کو مغربی استعمار کے خلاف تیار کیا اور تقریباً ہندوستان کی تحریکی سیرت نگاری کے مماثل، سیرت کا لٹریچر عالم عرب میں بھی وجود میں آیا۔ مصر ہی کے ایک اور ادیب طہٰ حسین جو مغرب اور اسکی تہذیب سے شدید متاثر تھے، نے بھی سیرت پر کتب لکھیں[61]۔ اور پھر اُن کی تحریروں نے عرب کے نوجوان نسل پر گہرے اثر مرتسم کیے[62] اور طہٰ حسین کے جاری کردہ سیرتی رجحان کو بھی مقبولیت ملی۔

عقلیت پسندی کے اثرات :

سیرت نگاری کے روایتی انداز میں نبی پاک ﷺ کے شمائل، معجزات، اور عام واقعات سیرت کا ذکر کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن دور جدید میں مغربی علوم وافکار سے واقفیت کی بنا پر اور کچھ مستشرقین اور معاندین کے حملوں سے مرعوب ہو کر اور اس ضمن میں اپنی کوتاہیوں سے قدرے واقف ہو کر، سیرت نگاری میں عقلیت کو داخل کیا گیا اور سیرت کے واقعات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا، یہاں تک کہ بعض حضرات ہر اُس واقعہ کا انکار کر دیتے، جو ان کے خیال میں عقل کے مطابق نہیں ہوتا تھا۔ ان کے سرخیل سرسید احمد خان ہیں[63]۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر نجیبہ عارف رقمطراز ہیں:۔

"سب سے نمایاں رجحان جس کا تعلق اسلوب یا پیرایۂ بیان سے نہیں بلکہ طرزِ فکر واستدلال سے ہے اور جو نوآبادیاتی دور میں جدت پسندی کی سب سے بڑی پہچان قرار دیا جاتا ہے، حیات نبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کو عام انسانوں کے عقلی معیار پر جانچنے اور پیغمبرؐ کے ہر قول و فعل کا عقلی جواز پیش کرنے کا رویہ ہے۔۔یورپ میں نشاۃ ثانیہ کے تحت اس طرزِ فکر کو خوب فروغ حاصل ہوا، جس کے نتیجے میں مذہب کو مغربی نظامِ معاشرت سے منہا کر دیا گیا اور اس کی جگہ ایک ایسا مدنی نظام تشکیل دیا گیا، جو دنیاوی اخلاق اور مفادات کا قائل اور محافظ تھا۔ خیر و شر کا تصور خدا کے احکامات اور منشا کی بجائے عقلی و دنیاوی مصلحتوں پر قائم ہوا۔۔۔برعظیم پاک و ہند میں اس طرز فکر کے اثرات ۱۸۵۷ء کے بعد نوآبادیاتی عہد کی ابتدا ہی میں نمایاں ہونے لگے تھے[64]۔

سید نواب بھی اسی گروہ سے ہیں، جو عقلیت پسندی میں معجزات کا ذکر نہیں کرتے اور بعض مسلمات سے بھی منکر ہیں[65]۔ شبلی بھی عقلیت کے حامی ہیں، تاہم شبلی کی عقلیت، دور متوسط کی عقلیت ہے، جو رازی، غزالی اور ابن رشد کی عقلیت ہے[66]۔ محسن الملک نے ندوۃ العلماء والوں کو نئی عقلیات کی روشنی میں مذہب کی نئی توضیح و تفسیر کی دعوت بھی دی تھی[67]۔ ڈاکٹر شاہ علی بھی عقلیت کے طرفدار ہیں اور انہوں نے مذہب کے زمانہ کو سوانح نگاری کے لیے ناموزوں اور عقلیت یا تشکیک کے زمانہ کو سوانح نگاری کے لیے موزوں قرار دیا ہے[68]۔ جبکہ طہٰ حسین عقلیت کا پرچار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اس صدی کے شروع میں ہی مصری لوگوں کی حیات عقلیہ کافی آگے بڑھتی جا رہی تھی، کیونکہ مصر کی حیات عقلیہ کا یورپ کی حیات عقلیہ کے ساتھ لگاؤ دن بدن اور مستحکم ہوتا جا رہا تھا۔ ان حالات میں اساتذہ ادب نے کوشش کی کہ لوگوں کی عقول اور اپنے ادب میں ہم آہنگی پیدا کریں اور تجدید و اصلاح کی کوشش کی"[69]۔

عقلیت پسندی کے خلاف ردعمل :

جہاں عقلیت کا پرچار کرنے والے اور اس کی رو سے قرآن وحدیث اور سیرت کی تعبیر و تشریح کرنے والے لوگ پیدا ہوئے، وہاں ایک طرف روایت پسند میدان میں آئے تو دوسری طرف کچھ عقل پسند بھی ایسے پیدا ہوئے، جو حد سے زیادہ بڑھی عقلیت کے خلاف تھے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی سیرت نگاری میں عقل اور جذبات میں توازن کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"سیرت میں عقل و جذبات کی بیک وقت اور شانہ بشانہ جلوہ گری اور کارفرمائی ہونی چاہیے۔ جذباتی و ایمانی عنصر عقل سلیم کے تقاضوں پر غالب نہ آجائے جن کی اہمیت عصر حاضر نے خاص طور پر بڑھادی ہے۔۔۔۔ایسا نہ ہو کہ عالمانہ بحث اور معروضی نقد و جائزہ، جذبہ محبت اور ذوق وشوق کی کیفیت کو سرد و افسردہ کر دے۔ جو سیرت کے جمال جہاں آرا سے لطف اندوز ہونے اور اپنے دیدہ و دل کو اس سے روشن اور منور کرنے کی ایک ناگزیر ضرورت اور اس سے صحیح و کامل استفادہ اور اس کے مسائل اور احکام و واقعات کو صحیح طور پر سمجھنے اور صحیح نتائج تک پہنچنے کی لازمی شرط ہے۔ اگر سیرت کی کوئی کتاب اس جذباتی اور ایمانی عنصر سے خالی ہے، تو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ چوب خشک کا مصنوعی ڈھانچہ ہے[70]۔

دراصل عقلیت کے خلاف دو طرح کا ردعمل آیا، ایک تو اُس جماعت کی طرف سے جو اپنے آپ کو علوم اسلامیہ کی پاسبان سمجھتی ہے۔ ان میں وہ اہل حدیث شامل ہیں، جو صرف کلاسیکی مجموعوں میں موجود احادیث کو ہی درست تسلیم کرتے ہیں اور علی گڑھ کی تشکیک پسندی کو مسترد کرتے ہیں، انہیں عزیز احمد نو روایت پسند کہتے ہیں[71]۔ سرسید کی تحریک علی گڑھ کے خلاف مضبوط ردعمل علماء دیوبند نے پیش کیا، جنہوں نے کھل کر سر سید اور ان کے ہم خیالوں کی عذر خواہیوں اور تاویلات پر تنقید کی اور علی گڑھ کے برعکس ہر میدان زندگی میں انگریزی مہارت کو ماننے سے انکاری ہوئے۔ بقول شاہ علی یہ علما کا گروہ تھا، جو سرسید کے برعکس مغربی تہذیب و ترقی کی عظمت کو ماننے کو تیار نہ تھا[72]۔ ان کے خیال میں علی گڑھ اپنے طلبہ میں عیسائی ثقافت کی ترویج اور ملحدانہ تشکیک پھیلانے کا ذمہ دار تھی اور جہاد کے سلسلہ میں بھی مولانا محمود الحسن کا رویہ علی گڑھ کے برعکس کلاسیکی اور غیر معذرتی تھا[73]۔ مولانا آزاد نے بھی علی گڑھ سے شدید اختلاف کیا[74]۔ سرسید تحریک کے اہم رہ نما، علامہ شبلی کو بھی مولانا ادریس کاندہلوی اور مولانا دانا پوری کی تنقید کا نشانہ بننا پڑا اور شبلی نے اپنے

مقدمہ سیرت میں جو عقلیت کا پرچار کیا اور درایت کو عقل کے ہم معنی کہا، تو داناپوری نے اس کی تردید کی اور درایت کو علم اور تجربہ کے بعد حاصل شدہ ملکہ قرار دیا[75]۔ دوسرا ردعمل ان لوگوں کی طرف سے آیا، جو عقل کے سیرت میں استعمال کے بنیادی طور پر خلاف نہ تھے، تاہم حد سے بڑھتی ہوئی عقلیت اُنہیں کھٹکتی تھی۔ وہ عقل کی تحدید کرنا اور عقل و عشق کے درمیان توازن لانا چاہتے تھے۔ خود شبلی نے بھی علی گڑھ تحریک کی اطاعت شعاری (لائلزم) اور انتہا پسند جدیدیت سے برگشتہ ہو کر بغاوت کر دی[76] اور ندوۃ العلماء کی بناء رکھ کر رازی وغزالی کی طرز پر مابعد الطبیعاتی استدلال اور نئے علم کلام سے دین کے دفاع کی ٹھانی[77]، ندوہ کے علما نے ۱۹۲۰ء میں، سید احمد خان کی تاویلی عقلیت پسندی اور علی گڑھ کے جدت پسندوں کے خلاف براہ راست تردیدی انداز اختیار کر لیا[78]۔ اسکے علاوہ سرسید کے اہم ساتھی، نواب محسن الملک کو بھی زیادہ عقلیت کی تحدید منظور تھی اور وہ نبوت، ملائکہ اور شیاطین وغیرہ کو عقلیت کے پیمانوں سے مستثنیٰ قرار دینے کے حق میں تھے[79]۔

الغرض عقلیت کے خلاف ردعمل نے سیرت نگاری میں نئی جہتوں کو اضافہ کیا اور علم سیرت کو توازن عطا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

روایتی سیرت نگاری کے خلاف ردعمل:

سیرت کی ایک مقبول عام صنف میلاد نامہ بارہویں عیسوی کے بعد مقبول تر ہوتی گئی[80]۔ مجالس مولود اور ان میں پڑھے جانے والے میلاد نامے، تقریباً ہر ملک میں متداول تھے۔ اردو میں بھی اس صنف نے بے پناہ مقبولیت حاصل کی اور عوام الناس کا تعلق ذات نبوی ﷺ سے جوڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔ نیم خواندہ عوام میں حضور اکرم ﷺ کی ولادت، حسب نسب، خاندان، بعثت، ہجرت، معجزات، مبشرات اور اخلاق و کردار کے متعلق معلومات عام کیں[81]۔ لیکن ان کی خامی یہ ہے کہ ان میں وضعی روایات کی بھرمار ہے۔ اس خامی کو دور کرنے کیلئے سرسید احمد خاں اور حالی نے اس بات کو وقت کی ضرورت سمجھا کہ ایسی مختصر کتابیں، جو ثابت شدہ روایات پر مبنی ہوں، ان میلاد ناموں کی جگہ متعارف کروائی جائیں۔ سرسید نے "جلاء القلوب بذکر المحبوب" اور حالی نے " میلاد شریف "اور بعد ازاں راشد الخیری نے 'آمنہ کالال" اور سیماب اکبر آبادی نے 'زنانہ میلاد' لکھا[82]۔ سرسید کا میلاد نامہ روایتی میلاد ناموں کے منہج و اسلوب اور وضعی روایات کے خلاف ایک ردعمل کے طور پر لکھا گیا تھا، جیسا کہ سرسید نے جلاء القلوب پر اپنے ایک ریویو میں اس کا ذکر کیا ہے[83]۔ بعد ازاں سرسید احمد اور ان کے مکتبہ فکر کے تمام علماء نے اس صنف کو ترک کر دیا اور تحقیقی کتب لکھنے کی طرح ڈالی، جو اس صنف کے خلاف ایک ردعمل کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ حیرت دہلوی نے یوں کیا ہے:۔

"میں نے اپنے دور کے دوسرے لکھنے والوں کی تقلید میں مناقب سے صداقت کی طرف قدم بڑھایا ہے۔۔۔ اب زمانہ آگیا ہے کہ ہم اپنے سچے نجات دہندہ کی آنکھ، بھنوؤں، کی تعریف کو بالائے طاق رکھیں اور اُس کی سچی تاریخی صفات سے بحث کر کے جبراً اس کی حقیقت عالم پر ثابت کریں'[84]

فوق البشر تصور کا ردعمل :

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سیرت کے مضامین میں ایسی روایات جمع ہوتی گئیں، جن میں مبالغہ کی حد تک شان نبوت بیان ہوئی تھی۔ یہ نبوت کے تصور کو مقام الوہیت[85] کی طرف لے جانے کی جاہلانہ کی روش تھی، جس کے خلاف ردعمل آنا ضروری تھا۔ یہ ردعمل سیرت کے میدان میں پچھلی صدی کا غالب رجحان رہا ہے کہ آنحضور ﷺ کو بشر کے طور پر پیش کیا جائے، معقولیت کے ساتھ ساتھ بشریت کو بھی دبستان سرسید کا مشترک رجحان قرار دیا گیا ہے[86]۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں:۔

"قابل عمل اور عام بشری فکر و عمل کی گرفت میں آنے والے پہلوؤں کو چھوڑ کر جب معجزاتی اور کراماتی پہلوؤں پر زور دیا جاتا ہے، تو فطرت انسانی پر اساطیری رنگ اور دیومالائی تصورات مسلط ہو جاتے ہیں"[87]

نعیم صدیقی لکھتے ہیں:۔

"سیرت نبوی ﷺ کو اگر تم معجزہ بنادوگے اور اگر اسے فوق الانسانی کارنامے کا رنگ دے دوگے، تو پھر مٹی کے بنے ہوئے انسانوں کے لئے اس میں نمونہ کیا رہے گا۔۔۔وقت ہے کہ آپ لوگ محمد ﷺ کو ایک تاریخ ساز، ایک محسن انسانیت، ایک قائد تمدن اور ایک انسان اعظم کی حیثیت سے جانیں"[88]۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:۔

"آپ ﷺ کی ذات انسانی زندگی کے لیے ایک مکمل نمونہ ہے، لیکن اسے موثر طور پر پیش کرنے کے لیے ہماری کوششیں ہمہ پہلو ثابت نہیں ہوئیں۔ بلا شبہ آپ ﷺ کی سیرت پر بیش بہا کام ہوا ہے۔ لیکن اس نقطہ نظر سے سیرت نگاری کی طرف کم توجہ دی جارہی ہے"[89]۔

غرض آنحضور ﷺ کے متعلق فوق البشر تصورات کے رد عمل نے سیرت رسول اللہ ﷺ کو مختلف بشری رشتوں اور حیثیتوں سے دیکھنے اور پیش کرنے کا چلن پیدا کیا۔ اس سلسلہ میں عبد الکریم الجیلی کی کتاب" الانسان الکامل"، خالد علوی کی" انسان کامل" اور حکم سعید کے مجموعہ سیرت "تذکار محمد" کا نام شامل ہے، جس میں آنحضور ﷺ کو ہر حیثیت میں یعنی بطور معلم، حاکم،، قاضی وغیرہ میں پیش کیا گیا ہے۔

مستند ماخذوں پر انحصار:

ماخذ اور روایت کے استناد پر محدثین کا روز اول سے ہی اصرار رہا ہے اور چونکہ اکثر سیرت نگار محدثین ہی ہیں[90] جس کی وجہ سے روایتوں کی تنقیح کا فرض قرون اولی میں ادا کیا جاتا رہا۔ مگر بعد میں علم سیرت کے الگ طور پر مدون ہونے کے بعد، دونوں علوم کے جوہری فرق، زیادہ مواد اکٹھا کرنے کی خواہش اور قدرے متنوع بیرونی عوامل ورجحانات کی وجہ سے کمزور روایات کی کافی تعداد سیرت میں داخل ہوگئی۔ سرسید اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ فن سیرت کی تمام کتابیں، کیا قدیم، کیا جدید مثل ایک غلہ کے انبار کے ہیں، جس میں سے کنکر پتھر کوڑا کرکٹ کچھ چنا نہیں گیا اور ان میں تمام صحیح وموضوع، جھوٹی اور سچی، ضعیف، قوی، مشکوک ومشتبہ روایتیں، مخلوط اور گڈ مڈ ہیں"[91]۔ عصر حاضر میں ماخذ کے استناد کی ضرورت واہمیت کو بحیثیت مجموعی سبھی علماء نے تسلیم کیا۔ اس سلسلے میں مبشر حسین لکھتے ہیں:۔

"دور جدید میں جب مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام کو ہدف بنا کر اپنی علمی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور مسلمانوں کے مآخذ ومصادر ہی سے ایسا لٹریچر تیار کرنا شروع کیا، جس سے خود بعض مسلمان بھی شکوک وشبہات کا شکار ہونے لگے، تو سیرت نگاروں کے اس احساس میں اضافہ ہوا کہ سیرت پر جو کچھ لکھا جائے، وہ انتہائی مستند ہونا چاہیے، تاکہ سیرت کے مآخذ میں موجود غیر مستند مواد کی بنیاد پر جو اعتراضات قائم ہوتے ہیں، ان کی بنیاد خود ہی ختم ہو جائے۔ اس احساس کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں نے صرف قرآن کی روشنی میں سیرت مرتب کرنے کی کوشش کی۔ بعض اہل علم نے قرآن کے ساتھ صرف صحیح احادیث کے دائرہ میں رہتے ہوئے سیرت پر کتابیں لکھیں۔ بعض اہل علم نے سیرت پر موجود تمام دستیاب مواد میں سے اخذ وانتخاب کا بیڑہ اٹھایا۔ گویا یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس حد تک تو علمی حلقوں میں خاصا اتفاق رائے دکھائی دیتا ہے کہ سیرت سے متعلقہ مواد نہایت مستند ہو، مگر اس مستند مواد کے مآخذ ومصادر کیا ہوں اور ان مصادر سے اس کا اخذ وانتخاب کن اصولوں کی بنیاد پر ہو' اس سلسلہ میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے"[92]۔

مبشر حسین مزید لکھتے ہیں:۔

"سیرتی مواد (ادب) میں بہت کچھ رطب ویابس بھی ہمیشہ موجود رہا۔ اس رطب ویابس اور صحیح وضعیف مواد میں سے محض صحیح مواد کو الگ کر کے سیرت مرتب کرنے کا رجحان پھر بھی برابر اہل علم کے ہاں کسی نہ کسی درجہ میں جاری رہا' خاص کر امام ابن کثیر' حافظ ابن حجر' حافظ ابن قیم وغیرہ کی کاوشیں اس سلسلہ میں بطور مثال پیش کی جاسکتی ہیں"[93]۔

اس سلسلے میں واقدی کے خلاف امام ابن حنبل، ابن اسحق کے خلاف امام مالک اور بعد کے سیرت نگاروں پر علامہ ابن تیمیہ اور دور جدید میں نجد سے علامہ محمد بن عبد الوہاب اور ہمارے یہاں شاہ ولی اللہ کی تنقیدیں بھی بطور مثال پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن مستشرقین کے اعتراضات کے بعد بیسوں علمانے یہ بات

بہت شدت سے محسوس کی اور نہ صرف برصغیر بلکہ عالم عرب میں بھی محسوس کی گئی کہ سیرت کے ماخذ کو ایک بار پھر کھنگالا جائے اور سیرت کے باب سے رطب ویابس روایات کو ختم کیا جائے۔ ثبوت کے طور پر محمد حسین ہیکل[94] اور شبلی کے مقدمے، اصح السیر اور سیرۃ المصطفیٰ ﷺ[95] کے دیباچے دیکھے جا سکتے ہیں۔ مستند ماخذ کی تلاش میں اور کچھ دیگر وجوہات کی بناء پر سیرت قرآنی کا رجحان شروع ہوا اور اسی استناد کی تلاش میں صحیح احادیث کی مدد سے کتب لکھنے کے دعوے بھی کیے گئے۔ سیرۃ النبی، اصح السیر، سیرۃ المصطفیٰ ﷺ ڈاکٹر محمد ابو شہبہ[96] اور اکرم ضیاء العمری[97] کی کتب اس کی چند مثالیں ہیں۔

بنیادی مآخذ کی دستیابی:

یورپی علماء اور مستشرقین نے، مختلف مقاصد کے تحت عربی کی قدیم کتب کی تدوین کر کے شائع کرنا شروع کیا، تو سیرت پر لکھنے والوں کو بہت سا مواد میسر آیا اور ان کی معلومات اور خیالات میں وسعت پیدا ہونی شروع ہوئی اور نئے نئے رجحانات وجود میں آئے۔ متعدد علما نے اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ نئے مآخذ کی دستیابی نے سیرت نگاروں کو سہولت بہم پہنچائی، جس سے سیرت نگاری اپنی وسعت کے نئے دور میں داخل ہو گئی۔ اس سلسلہ میں سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر محمود احمد غازی اور ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ندوی سیرۃ النبی ﷺ کے دیباچہ چہارم میں لکھتے ہیں :

''مولانا(شبلی) کی زندگی میں ان کی تصنیف کے وقت ان کو بعض کتابیں قلمی ملی تھیں۔ جیسے ''الروض الانف'' جس سے پورا استفادہ دقت طلب تھا۔ اب وہ چھپ گئی ہے۔ بعض کتابوں کی ان کو تلاش ہی رہی، جیسے البدایہ والنہایہ، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے وہ اب چھپ کر عام ہو گئی ہے۔ مستدرک حاکم اس وقت ناپید تھی، اب طبع ہو کر گھر گھر پھیل گئی ہے۔ غرض ان کتابوں کے ہاتھ آجانے سے بہت سی نئی معلومات بڑھ گئی ہیں[98]۔

ڈاکٹر غازی رقمطراز ہیں:۔

''جب طباعت کا زمانہ آیا تو بڑے پیمانے پر مخطوطات ایک ایک کر کے چھپنے شروع ہوئے اور دنیا کے تمام سیرت نگاروں کو وہ تمام ماخذ دستیاب ہو گئے، جو اس سے پہلے موجود نہیں تھے۔ شبلی نے کئی مرتبہ دکھ کا اظہار کیا تھا کہ تاریخ ابن کثیر نہیں ملتی، اگر مل جاتی تو بہت سے عقدے حل ہو جاتے۔ تاریخ ابن کثیر یعنی البدایہ والنہایہ اب دنیا کے ہر بڑے اسلامی کتب خانے میں اور لوگوں کے ذاتی کتب خانوں میں محفوظ ہے''[99]

ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں کہ ''بیسویں صدی کا آغاز سیرت نگاری کے ایک اہم دور سے ہوا، جس کو اگر علمی دور کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بہت سے نئے ماخذ دریافت ہوئے، جو پہلے سیرت نگاروں کو دستیاب نہ تھے''[100]۔

درج بالا اقتباسات اور علماء کی آراء سے سیرت نگاری پر بنیادی ماخذوں کی جدید دستیابی کے اثرات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

زبانوں سے واقفیت :

بیسویں صدی میں بہت سے لوگوں نے نئی زبانیں سیکھیں یا دوسری زبانوں کی کتب کا مقامی زبانوں میں ترجمہ دستیاب ہوا، جس سے سیرت کے لٹریچر میں معتدبہ اضافہ ہوا اور نئے رجحانات متعارف ہوئے۔ اس کی ابتدا بھی مستشرقین نے کی، جس کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:۔

''انیسویں صدی کے وسط میں مستشرقین نے باقاعدہ سنجیدگی اور توجہ کے ساتھ سیرت کا مطالعہ شروع کیا۔ بہت سے مستشرقین نے عربی زبان سیکھی۔ بہت سی کتابوں کا عربی سے انگریزی، فرانسیسی، اور جرمن زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ انہوں نے اسلامی ماخذ سے کام لے کر اور اسلامی مصادر کی بنیاد پر، وہ بات کہنی شروع کر دی، جو وہ پہلے سے کہنا چاہتے تھے۔۔۔ مغربی لوگوں نے یہاں کی مقامی زبانیں بھی سیکھیں''[101]۔

سر ولیم میور کی کتاب کے جواب میں سر سید نے سب سے ٹھوس کام کیا، انگریزی نہ جاننے کے باوجود مترجموں کی مدد سے ولیم میور کی پہلی جلد کا جواب بارہ خطبات کی صورت میں انگریزی میں شائع کیا۔ وسائل کی کمی کی وجہ سے اور خود انگریزی خواں نہ ہونے کی بنا پر باقی جلدوں کا جواب نہ دے سکے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زبانوں سے عدم واقفیت کام کی کیفیت و کمیت پر اثر انداز ہوتی ہے اور نئی زبانوں سے واقفیت کام کی معیار و مقدار بڑھا دیتی ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی نے غیر ملکی زبانوں سے، علما کی واقفیت کے فوائد اور کتب کے تراجم کی دستیابی کے سیرت نگاری پر مثبت اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"بیسویں صدی سے قبل ایک آدھ کے استثناء کے علاوہ اٹھارویں اور انیسویں صدی کے تمام سیرت نگار، مغربی زبانوں سے واقف نہیں تھے۔ اس کے برعکس آج سینکڑوں بلکہ ہزاروں سیرت نگار ہیں، جو انگریزی، جرمن، روسی اور تقریباً تمام مغربی زبانوں سے واقف ہیں اور سیرت پر اٹھنے والے ہر مغربی اعتراض سے واقف ہو جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ قدیم عربی کتابیں، جو سیرت کے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، وہ نہ صرف اردو اور فارسی، بلکہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں بھی ترجمہ ہوئیں اور عام انسانوں کو براہ راست سیرت کے ماخذ تک رسائی کا موقع ملا[102]۔

یعنی نئی زبانوں سے واقفیت پہلے مستشرقین نے پیدا کی اور ساتھ ہی عربی میں دسترس حاصل کی تو انہوں نے مختلف مقامی زبانوں میں سیرت پر کتب لکھیں۔ جن کے جواب میں مسلم علما نے بھی عربی کے ساتھ ساتھ یورپی زبانوں میں مہارت حاصل کر کے مستشرقین کے اعتراضات کا جواب دیا، یوں عمل اور رد عمل کا سلسلہ چل نکلا، جس میں سیرت پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ دوسرے یہ کہ عربی کتب کے مختلف یورپی زبانوں اور مقامی زبانوں میں تراجم ہوئے اور مستشرقین کی کتب کے بھی مختلف مقامی زبانوں میں تراجم نے سیرت کے علم میں معتدبہ اضافہ کیا۔

ادب نوازی :

زبان اور ادب اپنے ارتقاء کے زمانے میں ہر قسم کے موضوعات زیر بحث لاتے ہیں، ادیب مختلف موضوعات تلاش کرتے ہیں اور ان پر طبع آزمائی کرتے ہیں۔ ایک مسلمان بالعموم ادب نبوی ﷺ کی وجہ سے سیرت نگاری میں محتاط الفاظ کے چناؤ پر مجبور ہوتا ہے، اسی وجہ سے ادبی رنگ میں کم سیرت نگاری ہوتی ہے۔ تاہم دور جدید میں یہ رجحان پیدا ہوا ہے، جس کا محرک زور قلم کے اظہار کا جذبہ ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر مرزا حیرت دہلوی بہت غیر معمولی ادیب تھے اور بہت سے موضوعات پر قلم آزمائی کے بعد سیرت کو بھی موضوع بحث بنایا۔ ان کی کتاب "سیرت محمدیہ" جس کے بارے میں ناقدین کا خیال ہے کہ اس میں ادبیت پر تاریخیت کو قربان کیا گیا ہے۔ اسی طرح عبدالحلیم شرر کی " جویائے حق " بھی ادبی ذوق کی حامل ہے۔ طہ حسین نے بھی "علی ھامش السیرۃ"[103] اسی انداز میں لکھی۔ "محمد عربی از عنایت سبحانی" اور "ننھے حضور ﷺ از احسان بی اے" بھی اسی ذوق کی حامل کتب سیرت ہیں۔ الغرض ادب وزبان کی نشاۃ ثانیہ کبھی زبان وبیان کے سانچے بدل کر سیرت نگاری کے لئے راہ ہموار کرتی ہے[104] تو کبھی اس طرح کی ادبی سیرتی کتب منصہ شہود پر آتی ہیں۔

تاریخی نقطہ نظر کا فروغ:

صدیوں تک سیرت نگاری کا وہ منہج متداول رہا، جسے امام سیرت ابن اسحٰق اور ابن ہشام متعین کر گئے تھے[105]۔ یہ منہج، طرز محدثین پر استوار، سادہ واقعات کے اندارج کا تھا۔ جبکہ تاریخ نویسی کا طریقہ قدرے تحلیل و تجزیہ اور تنقید و تبصرہ سے مزین ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں جب سیرت پر مستشرقین کی طرف سے اعتراضات کیے گئے، تو ان کا جواب دینے کے لیے مؤرخین کے منہج واسلوب کی ضرورت شدت سے پیش آئی، کیونکہ طرز محدثین میں اس طرح کے تحلیل و تجزیہ کی گنجائش موجود نہ تھی۔ ایک تو اس سبب سے اور دوسرے یہ کہ اس دور میں جن لوگوں نے سیرت نگاری میں شہرت پائی یا جن کی لکھی ہوئی سیرتوں کو قبولیت کی سند ملی، اُن کا زیادہ تر تعلق سوانح نگاری یا فن تاریخ نویسی سے تھا۔ یہ دو اسباب ہیں، جو موجودہ دور میں سیرت نگاری کو فن تاریخ کے قریب لے آئے اور تاریخی نقطہ نظر کے اس فروغ کا اثر فن سیرت کے مختلف رجحانات پر پڑا۔

علامہ شبلی نے مستشرقین کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا سرمایہ استناد تاریخ وسیرت کی کتب ہیں[106]۔ سیرتی ادب پر مستشرقین کے اثرات کے حوالے سے تفصیلی بات اس سے قبل ہو چکی ہے۔ ان کے ماخذوں اور طرز ادا کے اثرات کے نتیجہ سے لامحالہ تاریخی نقطہ نظر کو فروغ ملنا تھا اور رد عمل میں بھی جو کتب لکھی گئیں، ان پر بھی بوجوہ تاریخی طریقہ کار کے اثرات نمایاں رہے۔ علامہ شبلی اور ان کے جانشین سید سلیمان ندوی بنیادی طور پر مورخ و متکلم تھے، جن کے تاریخ لکھنے کا مقصد منکرین اسلام کی تردید، غلط فہمیوں کا جواب اور مسلمانوں کے اندر ایک اعتماد پیدا کرنا تھا[107]۔ ڈاکٹر شاہ علی نے " المامون " کے

حوالہ سے لکھاہے کہ شبلی کا سوانحی طریقہ، تاریخی طریقہ سے بہت متاثر ہے، علاوہ ازیں شبلی کے ذہن میں سوانح عمری اور تاریخ کا فرق بھی واضح معلوم نہیں ہوتا[108]۔ علامہ شبلی نے اپنے مقدمہ سیرت میں تاریخ کا نام بار بار استعمال کیاہے اور آخر پر استناد اور حوالے کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ "تاریخ اور روایت میں حوالہ اور استناد سب سے مقدم چیز ہے"۔ وہ اسی سلسلہ میں اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں "اسلامی مورخین اور ارباب روایت مصنفین نے سینکڑوں غلطیاں کی ہیں، مجھ کو تاریخ نہیں، بلکہ عدالت کا فیصلہ لکھنا پڑتا ہے[109]۔ اسکے علاوہ چراغ علی تاریخی تاویل کی گرم جوشی میں مبتلا تھے[110] اور سید امیر علی کے بارے میں بھی عزیز احمد نے لکھاہے کہ وہ قرآن، حدیث اور سیرت جیسے علوم کی روشنی میں مسلم تاریخ کو از سر نو مدون کرنا چاہتے تھے[111]۔ مزید بر آں یہ کہ امیر علی تاریخی استدلال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت محمد ﷺ کی تاریخی فوقیت ثابت کرنے کی تکنیک استعمال کرتے تھے[112]۔ قاضی سلمان منصور پوری کے بارے میں الطاف فاطمہ کہتی ہیں "قاضی صاحب بحیثیت سوانح نگار اتنے اہم اور بلند نہیں، جتنا ایک مورخ اور مناظر کی حیثیت سے، کوشش کے باوجود انہوں نے سیرت کے ان محبوب پہلوؤں پر اتنا زیادہ زور نہیں دیا، جو لوگوں کو رسول ہاشمی ﷺ کا گرویدہ بنادیتے ہیں، بلکہ تاریخی حقائق پر زیادہ زور دیاہے[113]۔ حیرت دہلوی نے خود لکھاہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی سیرت و سوانح کو تاریخ کی روشنی میں جانچا پرکھا ہے[114]۔ الطاف فاطمہ نے ان کی کتاب سیرت کی اسی خاصیت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھاہے "اس میں مصنف نے آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری پر تاریخی شواہد سے اعتراضات کا جواب دیاہے، بلکہ تمام عالم اسلام کے تاریخی حالات کا جائزہ، اعتراضات کی روشنی میں لے کر ترتیب وار جوابات دیئے ہیں۔ اس طرح خالصتاً سوانح نگاری کے نقطہ نظر سے یہ سوانح کس قدر ہٹی ہوئی ہے[115]۔

درج بالا اقتباسات یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں کہ دور جدید میں سیرت نگاری نے اپنی وسعت اور جامعیت کے نام پر تاریخی نقطہ نظر کو اپنایاہے اور یہ طریقہ کار انہی مصنفین نے اپنایاہے، جنہوں نے فی زمانہ سیرت کے تصور میں وسعت پیدا کر کے پیغام سیرت کو سیرت کا حصہ بنایاہے۔ ان میں سید امیر علی، علامہ شبلی نعمانی، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، اس رجحان سازی کے نقطہ نظر سے انتہائی اہم ہیں۔

ذوق علت و معلول:

دور جدید میں سیرت نگاری میں جس چیز کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی ہے، وہ یہ کہ سیرت نگاری کے قدیم موسوعی طرز، جس میں ہر طرح کی روایات کو جمع کر دیا جاتا ہے اور ان اسباب و حالات اور وجوہات پر نظر نہیں ڈالی جاتی، جو اس واقعہ کا سبب بنے، کو ترک کر کے سلسلہ علت و معلول قائم کیا جائے۔ اس سے ایک نیا رجحان، تجزیاتی مطالعہ کا شروع ہوا جو ماضی میں کم تھا[116]۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر لکھتے ہیں کہ سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ ولادت و بعثت سے لے کر وفات و خلافت تک ایک مسلسل و مربوط ارتقا اسلامی کی حیثیت سے کرنے کی ضرورت ہے۔ تہذیبی و تمدنی عناصر و ارکان عہد نبوی ﷺ کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور اب بیانیہ کو بھی تحلیل و تجزیہ کی کٹھائی سے گزارنے کا زمانہ ہے اور یہی تقاضائے فن بھی ہے[117]۔ علامہ شبلی نے بھی اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اسلامی مورخ کی ایک خامی بیان کی اور لکھاہے:۔

"اسلامی مورخ کا مطمع نظر واقعیت نگاری ہوتاہے، چاہے اُس کے اثرات اُس کے اپنے معتقدات پر ہی کیوں نہ پڑیں۔ لیکن اس میں بھی تفریط ہو گئی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے کہ واقعات رائے سے مخلوط نہ ہو جائیں وہ ظاہری اسباب پر بھی نظر نہیں ڈالتا اور ہر واقعہ کو خشک اور ادھورا چھوڑ دیتاہے"[118]

اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:۔

"بہت سے واقعات اس وقت تک پوری طرح یا تو سمجھے ہی نہیں جاسکتے یا ان کی صحیح قدر و قیمت نہیں معلوم ہو سکتی، جب تک ان واقعات کے پیش آنے کے مقام کا جغرافیہ، معاشی و سیاسی حالت، وہاں والوں اور اس واقعے میں حصہ لینے والوں کی نفسیاتی کیفیت، اس مقام کے ماحول اور ہمسائے کی داخلی اور اثر انداز حالتیں اور دیگر بہت سے امور کا مطالعہ نہ کیا جائے"[119]

علامہ ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:۔

"بہت سے واقعات اور فیصلے جو حدیث و سیرت کے مطالعہ میں آدمی کی نظر سے گزرتے ہیں۔اس وقت تک سمجھے ہی نہیں جاسکتے جب تک مدینہ کی اجتماعی اقتصادی وسیاسی صورت حال، جغرافیہ، ملکی و قومی دستور اور رسم ورواج کا قاری کو علم نہ ہو، یا اُس زمانے کے عقل و شعور اور تہذیب و تمدن کی جو سطح تھی ،اس سے بے خبری ہو بعثت محمدی کی عظمت و اور منصب نبوت کی نزاکت کے ساتھ ساتھ اُس دور کے ماحول اور عہد کا علم قاری کے لیے ضروری ہے"[120]

مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ تحلیل و تجزیہ کے ذوق نے علم سیرت کے رجحانات کو وسعت، تنوع اور ہمہ گیری دینے میں خاص کردار ادا کیا ہے۔

غیر قوموں کی برتری کا رد عمل :

مقابلے کی فضا میں رد عمل کا مظہر انسانی فطرت کا خاصہ ہے اور ہمیں اس کی مثالیں دور صحابہؓ سے بھی ملتی ہیں کہ جب معاندین: عیسائی یا یہودی اپنی طرف آنے والے انبیا کرام علیہم السلام کی برتری کا اظہار کریں یا مشرکین اپنے اسلاف کو بڑھا چڑھا کر پیش کریں اور اپنے ماضی اور مذہب کی عظمت کے گن گائیں، تو نتیجۃً مسلمانوں میں بھی آنحضور ﷺ کی سیرت کی برتری کو ثابت کرنا، اپنے اسلاف کے کارناموں کو پیش کرنا اور اپنی عظمت کے گن گانا لازم آتا ہے، اسی رد عمل کا اظہار برصغیر میں بھی ہوا اور سیرت و سوانح کی کتب تیار کی گئیں۔ڈاکٹر شاہ علی کہتے ہیں کہ انگریز کی برتری کے اعتراف کا جواب اپنے اسلاف کی برتری کا اظہار تھا، تو انگریزوں سے موافقت کا جواب پان اسلام تحریک اور کانگریس سے تعاون تھا[121]۔ انگریزی برتری کے خلاف مسلم معاشروں میں رد عمل پیدا ہوا اور مسلم دانشور بتدریج غیر قوموں کے اثر سے آزاد ہوتے چلے گئے۔ڈاکٹر شاہ علی آگے جا کر لکھتے ہیں "مغرب سے وسیع پیمانے پر اثر پذیری سر سید، حالی، شبلی اور آزاد کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔اس کے علاوہ مغربی تہذیب و ترقی کی عام مذمت کے رجحان نے بھی متاخرین کو اس کی طرف کم متوجہ ہونے دیا"[122] ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کی تصدیق سر سید، شبلی، سید سلیمان ندوی، محمد حسین ہیکل اور آج کے سیرت نگاروں کی سیرت پر تحریروں کے بالاستیعاب مطالعہ سے ہو سکتی ہے۔اس دور پر آشوب میں دفاع سیرت کے طریقہ کار کے بارے میں ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:۔

جب غیر مسلم مفکرین نے حضور ﷺ کی شخصیت کے محض ظاہری پہلوؤں کو منفی انداز میں پیش کیا، تو مسلم مفکرین نے بھی انہی ظاہری پہلوؤں کو جواباً مثبت انداز میں پیش کر دیا[123]۔

سیرت کی جامعیت کا تصور :

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے لکھا ہے کہ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل کے مصنفین نے سیرت اور پیغام سیرت کو یکجا کر کے سیرت کے دائرہ کو بہت وسیع کر دیا اور یہ کوشش ہوئی کہ پیغام سیرت کی روشنی میں سیرت کو سمجھا جائے اور سیرت کی روشنی میں پیغام سیرت کی تعبیر و تشریح کی جائے۔ چنانچہ سیرت کے تصور میں دور جدید میں جو وسعت پیدا ہوئی ہے، اُس نے بہت سے نئے عنوانات رجحانات اور تصورات کو سیرت کا حصہ بنا دیا ،جس کی وجہ سے سیرتی ادب میں بہت زیادہ اضافہ دیکھنے میں آیا۔ جدید علما میں سے سید امیر علی نے سیرت ، صاحب سیرت اور پیغام سیرت کو ایک دوسرے کی تکمیل قرار دیا[124] علامہ شبلی کے پیش نظر بھی سیرت کے متعلق "دائرہ المعارف" کا تصور تھا[125]۔ سید سلیمان ندوی نے "پیغام اور پیغام لانے والا ﷺ" دونوں کو سیرت کا موضوع قرار دیا[126]۔ سلمان منصور پوری نے قرآنی مباحث کو سیرت کے ساتھ پیش کرنے عندیہ دیا[127]۔ چوہدری افضل حق نے بھی سوانح اور پیغام کو سیرت میں سمو دیا[128]۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے بھی سیرت کے واقعات، غزوات، اسلام کے بین الاقوامی قوانین اور دور نبوی ﷺ کی ساری سیاسی زندگی کو سیرت کا حصہ قرار دیا[129]۔

جدید سیرت نگاروں نے سیرت کے دائرہ کار کے بارے میں اپنے جامع تصور کی روشنی میں کتب سیرت مرتب کیں، جو نئے رجحانات کی علامت ہیں۔

خلاصہ کلام

دور جدید میں خاص بر صغیر کے تناظر میں، دوسرے علوم کی طرح سیرت نگاری نے بھی تیزی سے اپنی ارتقائی منازل طے کیں، جس کے متنوع سیاسی و سماجی اور فکری و علمی عوامل تھے، سطور بالا میں ان عوامل کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے اور مختلف عنوانات کے تحت نہ صرف ان اسباب کا تذکرہ کیا گیا ہے، جو بر صغیر میں سیرت نگاری کے نئے رجحانات کی ابتداء کا باعث بنے ہیں، بلکہ ان اسباب کے نتائج کا بھی تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے اور سیرت نگاری کے جدید رجحانات کی اہم خصوصیات کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ان متعدد مذکور عوامل نے بر صغیر کی سیرت نگاری کو مثبت و منفی طور پر متاثر کیا، جن میں انگریزی استعمار کے بر صغیر پر قبضہ سے پیدا شدہ سیاسی، سماجی اور علمی ماحول کا بڑا حصہ ہے۔ اس سے خارجی و داخلی کلامی محاذوں پر سیرت کے واقعات کی تعبیر و تشریح میں متعدد نئے رجحانات ابھر کر سامنے آئے اور انہی عوامل نے سیرت نگاری کے نئے اصولوں کی ضرورت کو بھی اجاگر کر دیا ہے۔ اس مضمون میں شامل واقعات و حالات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کبھی مصنف یا قاری کسی رجحان پر اثر انداز ہوتے ہیں اور کبھی ایک رجحان مصنفوں اور قارئین پر اثر انداز ہوتا ہے، اس طرح اثر ڈالنے اور متاثر ہونے کا یہ دوہرا عمل دراصل ارتقاء علم کا ذریعہ ہے۔ علاوہ ازیں، سیرت نگاری میں غیر متوازن عقلیت کے استعمال اور اسکے رد عمل نے یہ سبق فراہم کیا کہ نیا علم پرانے علم پر استوار ہونا چاہیے، نہ کہ پرانے علم کے انہدام پر، کیونکہ ہر علم و فن کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، جن سے انحراف علم کی بنیادوں کے انہدام کا باعث بنتا ہے۔ علم سیرت میں سچی واقعیت نگاری کا تطابق قرآن اور احادیث معتبرہ کے ساتھ اور تجزیہ و اسلوب کا تطابق مقام نبوت، عقل سلیم اور مقصد شریعت کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ ایک اہم نتیجہ یہ بھی اخذ ہوا کہ معاندین کے حملوں اور مستشرقین کے اعتراضات نے مسلمان سیرت نگاروں کو زیادہ ذمہ دار اور محتاط کر دیا ہے اور وہ روایات سیرت کی جانچ پرکھ اور واقعات میں علت و معلول کے رشتے کو تلاش کرنے میں ماضی قدیم کی نسبت زیادہ مستعد ہو گئے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 international license.

حواشی وحوالہ جات

[1] ۔غازی، محمود احمد، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران، لاہور، ط سوم ۲۰۰۹ء، ص586۔

Ghazi, Mehmood Ahmed, *Muhadrat e Sirat* (Lahore: al-Faisal publishers, 3rdedition, 2009 AD) ,p:586

[2] ۔ صدیقی، ڈاکٹر محمد یسین مظہر، ہندوستان میں عربی سیرت نگاری: آغاز وارتقاء مشمولہ مقالات سیرت (مرتب ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس)، مکتبہ اسلامیہ، لاہور 2015، ج1 ص283۔

Siddiqui,Dr Yaseen Mazhar, Hindostan Mein Arbi Seerat Nigari(Articles),edited:Dr Humayun Abbas, (Lahore:Maktaba Islamia,2015AD)V1,P283.

[3] ۔الاحزاب ۳۳:۲۱ Al Qur'ān 33: 21

[4] ۔ مبارکپوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیہ لاہور، س۔ن، پیش لفظ از محمد علی الحرکان، ص ۹

Mubarakpuri, Safi Ur Rehman, *al-Raheeq al- Makhtoom*,(Lahore: al-Maktaba al-Salfia),P9.

[5] ۔ آل عمران ۳: ۳۱ Al Qur'ān 3: 21

[6] ۔الشرح ۹۴:۴ Al Qur'ān 96: 6

[7] ۔ گیلانی، سید مناظر احسن، النبی الخاتم، مکتبہ اخوت، لاہور، س۔ن

Gilani, Syed Manazar Ahsan, *al- Nabi al- Khatim*, (Lahore: Maktaba Akhuwat)

[8] ۔افضل حق، چوہدری، محبوب خدا، قومی کتب خانہ لاہور، ط: ششم، 1969۔

Afzal Haq, Chuhdry, *Mehboob e Khuda*, (Lahore: Qumi Kutab Khana,6th Ed,1969AD).

[9] ۔Margoliuth,D. S,Mohammed and the Rise of Islam,3rd. ed.(2003) G.P. Putnam's Sons. Newyork

[10] ۔ ندوی، ابوالحسن علی، نبی رحمت، دارالاشاعت کراچی 1983ء، ص16

Nidvi, Syed Abu al- Hassan, *Nabi e Rehmat*, (Karachi: dar al-Ashaat,1983AD),P16

[11] ۔ ممتاز مصری عالم اے ایل طباوی کو ڈاکٹر مصطفی السباعی نے استشراق کے سیاسی محرکات کے ضمن میں ایک بڑی اہم بات لکھی ہے کہ مستشرقین عام طور پر مشرق میں مغربی حکومتوں اور اقتدار کا ہراول دستہ رہے ہیں۔ مغربی حکومتوں کو علمی کمک اور رسد پہنچانا ان کا کام ہے۔ وہ ان مشرقی اقوام و ممالک کے رسم ورواج، طبیعت و مزاج، طریق بود وماند اور زبان وادب بلکہ جذبات ونفسیات سے متعلق صحیح اور تفصیلی معلومات فراہم کرتے ہیں تاکہ ان پر اہل مغرب کو حکومت کرنا آسان ہو۔ (تحسین فراقی ،ڈاکٹر، مستشرقین کا اسلوبِ سیرت نگاری اور مولانا عبدالماجد دریابادی، مشمولہ مقالات بین الاقوامی سیمینار: دور جدید میں سیرت نگاری کے رجحانات (۲۶ تا ۲۸ مارچ ۲۰۱۱ء) ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد (غیر مطبوعہ) ص ۳۸۳

Tehseen Firaqi, Dr, *Mustashreqeen ka asloob e Seerat nigari awr Molana Abdul Majid Daryabadi*, (Article Conference: Seerat nigari Kay Jadeed Rujhanaat March 2011,IIUI)(Islamabad: Idara e Tehqeqaat),P383

[12] ۔ شبلی نعمانی وسلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، دارالاشاعت، کراچی، 1985ء، مقدمہ، ج ا۔ ص ۶۳ تا ۶۷

Shibli Nomani and Sulman Nadvi, *Sirat un Nabi(SAW)*, (Karachi: dar al-Ashaat, 1985AD) ,V.1 P43.

[13] ۔ دریابادی، عبدالماجد، مولانا، مردوں کی مسیحائی، مکہ پبلیشنگ کمپنی، لاہور، س۔ن، ص74-67

Darya Badi, Molana Abdul Majid, *Murdon Ki Maseehae*, (Lahore: Makkah Publishing Co),P67-74

[14] ۔ محمد اسد، اسلام دوارہے پر، دار الاندلس، جبرالٹر، ۱۹۶۸، ص۴۷

Asad, Muhammad, *Islam at the Crossroads*, (Jibralter: dar al-Undalas,1968AD),P47

[15] ۔ ہیکل، محمد حسین، حیات محمدؐ، (مترجم محمد مسعود عبدہ)، الفیصل ناشران، لاہور، س ن۔ ص ۲۳

Haikle, Muhammad Hussain, *Hayat Muhammad(SAW)*, Tr:Muhammad Masood(lahore: al-Faisal Nashiran),P23

[16] ۔ طاہر القادری، ڈاکٹر محمد، مقدمہ سیرت الرسول، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور، ط۱۵، ۲۰۱۱ء، پیش لفظ از طاہر حمید تنولی، ج۱، ص۲۷س

Tahir al Qadri, Dr Muhammad, *Muqadima e Sirat al-Rasool(SAW)*,Prefece: Tahir Hameed Tanoli, (Lahore: Minhaj Publishers,15th Ed:2011AD),V.1,P27.

[17] ۔ طاہر القادری، ڈاکٹر محمد، مقدمہ سیرت، محولہ بالا، ج۱، ص3

Tahir al Qadri, , *Muqadima e Sirat al-Rasool(SAW)*,V.1,P3.

[18] ۔ شاہ علی، ڈاکٹر، اردو میں سوانح نگاری۔ گلڈ پبلشنگ ہاؤس، کراچی، 1961ء، ص209۔

Shah Ali, Dr, *Urdu Mein Sawaneh Nigari*, (karachi: Guild Publishing, 1961AD),P209.

[19] ۔ ایضاً، ص239 Ibid:P239

[20] ۔ ایضاً،236 Ibid:P236

[21] ۔ ایضاً Ibid

[22] ۔ محمد عبداللہ، سید، ڈاکٹر، سر سید اور اُن کے رفقاء، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 2001ء، ص289

Abdullah,Syed Dr Muhammad, *Sir Syed aur Unkay Rufaqa*, (Ali Garh: Educational Book House, 2001AD),P289.

[23] ۔ ندوی، شاہ معین الدین احمد، حیات سلیمان، دار المصنفین، اعظم گڑھ، س۔ن، مکتوب شبلی ۷ دسمبر ۱۹۱۳، ص233

Nadvi, Shah Moeen Ud Din, *Hayat e Suleman*, (Azamgarh: Dar al-Musanifeen),P233

[24] ۔ خالد، انور محمود، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرت رسول۔ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، 1979ء، ص ۳۸۳

Khalid, Anwar Mehmood, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, (Lahore: Iqbal Academy, 1979AD),P283.

[25] ۔ خالد، اردو نثر میں سیرت رسول، محولہ بالا، ص377

Khalid, Anwar Mehmood, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, P377.

[26] ۔ نواب علی، پروفیسر، سید، سیرت رسول اللہ، مکتبہ افکار، کراچی، (ط دوم۔۱۹۶۶)، پیش لفظ از ڈاکٹر یوسف علی، ص8

Nawab Ali Syed, *Seerat e Rasool Ullah(SAW)Prefece: Dr Yousaf*, (karachi: Maktaba Afkaar, 1966AD),P8.

[27] ۔ نجیبہ عارف، ڈاکٹر، نو آبادیاتی عہد میں اردو سیرت نگاری: رجحانات و اسالیب۔ مشمولہ مقالات بین الاقوامی سیمینار: دور جدید میں سیرت نگاری کے رجحانات (۲۲ تا ۲۸ مارچ ۲۰۱۱ء) ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد (غیر مطبوعہ)، ص363

Najeeba Arif, Dr, *Nou Aabadiyati Ehd mein Seerat nigari: Rujhanaat wa Asaleeb*, (Article Conference: Seerat nigari Kay Jadeed Rujhanaat March 2011,IIUI)(Islamabad: Idara e Tehqeqaat),P363

[28] ۔ ایضاً، Ibid

[29] ۔ ہیکل، محمد حسین، محولہ بالا، ص19 Haikle, Muhammad Hussain, *Hayat Muhammad(SAW)*,P19.

[30] ۔ خالد، انور محمود، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 377 Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, P377.

[31] ۔ خالد، انور محمود، ڈاکٹر، محولہ بالا، 414 Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, P377.

[32] ۔ شاہ علی، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 149 Shah Ali, Dr, *Urdu Mein Sawaneh Nigari*, P149

[33] ۔ الطاف فاطمہ، اردو میں فن سوانح نگاری کا ارتقاء، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، 1961، ص 203

Altaf Fatima, *Urdu Mein Fann e Sawaneh Nigari Ka Irtiqa*, (karachi: Urdu Academy, 1961), P203

[34] ۔ قاموس الکتب اردو، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، 1961، ص800

Qamoos al Kutub Urdu, (Karachi: Anjumann Turaqqi Urdu Pakistan, 1961),P800

[35] ۔ ندوی، سید سلیمان، حیات شبلی، دار المصنفین، اعظم گڑھ، 1943، ص15

Nadvi, Syed Sulman, *Hayat e Shibli*, (Azamgarh: Dar al-Musanifeen,1943),P15

[36] ۔ ندوی، سید سلیمان، خطبات مدارس، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، 1984، ص 12

Nadvi,syed Sulman,*Khutbaat e Madaris*, (Lahore: Islamic Book Foundation,1984),P12

[37] ۔غازی ، محمود احمد ، ڈاکٹر، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران، لاہور، ط سوم ۲۰۰۹، ص 674

Ghazi, Mehmood Ahmed,*Muhazraat e Seerat*, (Lahore: al- Faisal Nashiran,3rd ed,2009),P674

[38] ۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 2005ء۔

Hamedullah, Dr Muhammad,*Khutbaat e Bahawalpur*, (Islamabad: Idara Tehqeeqat-e-Islami, 2005)

[39] ۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور (۲)، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

Ghazi, Mehmood Ahmed,*Khutbaat e Bahawalpur(2)*, (Islamabad: Idara Tehqeeqat-e-Islami)

[40] ۔ صدیقی، ڈاکٹر یسین مظہر، خطبات اسلام آباد (منعقدہ ۲۵ تا ۲۹ مارچ 2013)، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

Siddiqui, Dr Yaseen Mazhar,*Khutbaat Islamabad(held 25-29 March 2013)*, (Islamabad: IIU)

[41] ۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، ص 650 Ghazi, Mehmood Ahmed,*Muhazraat e Seerat*, P650

[42] ۔ خالد، انور محمود، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 601 Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, P601.

[43] ۔ ایضاً، ص 713 Ibid:713

[44] ۔ توکلی، نور بخش، علامہ، سیرت رسول عربیؐ، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، س۔ن

Tawakli, Allama Noor Bakhsh,*Seerat Rasool e Arabi*, (Lahore: Taj Co Ltd)

[45] ۔ عبد اللہ، سید، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 28 Abdullah,Syed Dr Muhammad, *Sir Syed aur Unkay Rufaqa*,P28

[46] ۔ خالد، انور محمود، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 140 Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, P140.

[47] ۔ عبد اللہ، سید، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 28 Abdullah,Syed Dr Muhammad, *Sir Syed aur Unkay Rufaqa*,P28

[48] ۔ صبر شاہجہان پوری، آفتاب نبوت، رحمان برادرز تاجران کتب، کراچی، بحوالہ اردو نثر میں سیرت رسول، ص453

Sabar, Shah Jahanpuri,*Aftab e Nabuwat*, (Karachi: Rehman Brothers Tajran Kutub,1984),P12

[49] ۔ شمیم احمد، سید، ادب نبوی، سیرت پاک: "ماہ نو کی خصوصی اشاعتوں کا انتخاب"، ادارہ مطبوعات پاکستان، کراچی، 1966، ص90

Shamim Ahmed, Syed,*Adab e Nabvi(Intikhaab e Seerat:Mahe Now Special Editions)*, (Karachi: Idara e Matboaat Pakistan,1966),P90

[50] ۔شاہ علی،ڈاکٹر، محولہ بالا،ص146 Shah Ali, Dr, *Urdu Mein Sawaneh Nigari*, P146

[51] ۔ایضاً Ibid

[52] ۔ایضاً،ص 209 Ibid,P209

[53] ۔ایضاً،ص 239 Ibid,P239

[54] ۔پروفیسر سید نواب علی1877 میں لکھنو میں پیدا ہوئے،بڑودہ کالج گجرات میں پروفیسر رہے اور مولانا محمد علی جوہر کے ساتھی تھے۔اسلامیات اور اسرائیلیات کے ماہر عالم تھے،ہجرت کے بعد کراچی یونیورسٹی سے وابستہ رہے، 1961ء میں وفات پائی،متعدد تحقیقی کتب کے مؤلف تھے۔مستشرقین کے اعتراضات کے جواب میں تحقیقی کتاب سیرت رسول اللہ ﷺ،اور سیرت پر دو اور کتب "تذکرۃ المصطفی" اور "ہمارے نبی" بھی تالیف کیں۔

[55] ۔خالد،انور محمود،ڈاکٹر، محولہ بالا،ص 625 Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, 625.

[56] ۔عزیز احمد،پروفیسر،برصغیر میں اسلامی جدیدیت،(ترجمہ ڈاکٹر جمیل جالبی)ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور، 2006،ص255،بحوالہ ابوالکلام،انڈیا ونز فریڈم۔

Aziz Ahmed, Prof,*Barre Sagir Mein Islami Jadediat(Trans:Jameel Jalbi)*, (Lahore: Idara Saqafat Islamia, 2006),P255 **w.r.t**: Abul Kalam Azad, *India Wins Freedom*,(New Dehli: Orient Longman,1988),P 75

[57] ۔ایضاً،ص 132،بحوالہ حیات جاوید از حالی،ص 143 Ibid, P132 w.r.t: Hali,*Hayat e Javed* ,P143

[58] ۔ایضاً،ص 133 Ibid, P133

[59] ۔غازی، محمود احمد،ڈاکٹر،ص 664 Ghazi, Mehmood Ahmed,*Muhazraat e Seerat*, P664

[60] ۔کشفی،ابوالخیر،اردو میں سیرت نگاری،مشمولہ نقش سیرت،مرتبہ نثار احمد،ادارہ نقش تحریر کراچی، 1968ء،ص 68

Kashfi, Abu al- khair,*Naqsh-e-Sirat(Edited: Nisar Ahmed)*,(Karachi: Naqsh-e-Tehreer,1968),P68.

[61] ۔ایضاً،ص107 Ibid,P107

[62] ۔علی ندوی،ابوالحسن، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، مجلس نشریات اسلام،کراچی 1982ء،ص 153

Ali Nadvi, Abu al-Hassan, *Muslim Mamaalik mein Islamiat awr Magrbiat ki Kashmkash*,(Karachi: Majlis Nashriat-e-Islam,1982),P153.

[63] ۔ایضاً،ص 528 Ibid,p 528

[64] ۔نجیبہ عارف،ڈاکٹر، محولہ بالا،ص364۔368 Najeeba Arif, *Nou Aabadiyati Ehd mein Seerat nigari,P364*

[65] ۔خالد،انور محمود،ڈاکٹر، محولہ بالا،ص 622 Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, 622.

[66] ۔عزیز احمد،پروفیسر، محولہ بالا،١٦٥،بحوالہ شبلی نعمانی خطبہ لکھنو اپریل 1892ء

Aziz Ahmed, Prof,*Barre Sagir Mein Islami Jadediat,P165* **w.r.t** Shibli, *Khutba Lakhnow(12April 1892)*

[67] ۔ایضاً،167،بحوالہ تہذیب الاخلاق(1)318-304 Ibid,w.r.t:*Tehzeeb al_Ikhlaq*, V.1,P304-318

[68] ۔شاہ علی،ڈاکٹر، محولہ بالا،ص213 Shah Ali, Dr, *Urdu Mein Sawaneh Nigari,P213*

[69] ۔احمد امین،فجر الاسلام،(مترجم عمر احمد عثمان)،دوست ایسوسی ایٹس ناشران کتب،لاہور،2003،مقدمہ:طہ حسین،ص 12

Ahmed Amin,*Fajr al-Islam(trans:Umer Usman)*, (Lahore: Dost Associates, 2003),Prefece:Taha Hussain,P12

[70] ۔علی ندوی،ابوالحسن، نبی رحمت، محولہ بالا،ج1ص12 Nidvi, Abu al- Hassan, *Nabi e Rehmat,V.1,P12*

[71] ۔عزیز احمد،پروفیسر، محولہ بالا،ص 170 Aziz Ahmed, Prof,*Barre Sagir Mein Islami Jadediat,P170*

[72] ۔شاہ علی، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 236 Shah Ali, Dr, *Urdu Mein Sawaneh Nigari*,P236

[73] ۔عزیز احمد، پروفیسر، محولہ بالا، ص163، بحوالہ نقش حیات از مدنی، ص 221-257

Aziz Ahmed,*Barre Sagir Mein Islami Jadediat,P163* **w.r.t** Madni, *Naqsh-e-Hayat, P221-257*

[74] ۔ایضاً، ص۲۵۵ بحوالہ انڈیا ونز فریڈم، ص 71 Ibid,P255 w.r.t:Azad, *India Wins Freedom,P 71.*

[75] ۔داناپوری، عبدالروف، مولانا، مقدمہ اصح السیر فی ہدی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم، ص 20

[76] ۔عزیز احمد، پروفیسر، محولہ بالا، ص 254 Aziz Ahmed,*Barre Sagir Mein Islami Jadediat,P254*

[77] ۔ایضاً، 165 بحوالہ شبلی نعمانی، خطبہ لکھنؤ، ۱۲ اپریل۔ 1895

Ibid, P165 w.r.t: **w.r.t** Shibli, *Khutba Lakhnow (12April 1895)*

[78] ۔ایضاً، ص 167 Ibid, P167.

[79] ۔ایضاً، ص 107 Ibid, P107.

[80] ۔این مری شمل۔ جبریل ونگ، ای۔ جے برل، لیڈن، ص 150

Annemarie Schimmel,*Gabriel's Wing*,(Laiden:E.J Brill),P150

[81] ۔خالد، انور محمود، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص287 Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, P287.

[82] ۔کشفی، ابوالخیر، محولہ بالا، ص 72 Kashfi, Abu al- khair,*Naqsh-e-Sirat,P72*

[83] ۔سرسید، مقالات سرسید (مرتب: مولانا محمد اسمٰعیل پانی پتی)، مقالہ: جلاء القلوب پر ریویو، مجلس ترقی ادب، لاھور، ط: دوم، 1991، ص31

Sir Syed,*Maqalat(Edited:Molana Ismael),Review on Jala Ul Quloob*, (Lahore: Majlis Turaqi Adab, 2nd ed:1991), ,P31

[84] ۔دہلوی، مرزا حیرت، سیرت محمدیہ، کرزن پریس، دہلی، 1895ء، ص 10

Dehlvi, Mirza Hairat,*Seerat-e-Muhammadia,*(Delhi: Curzon Press, 1895),P12

[85] ۔خالد، انور محمود، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 583 Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, P583.

[86] ۔سید عبداللہ، سرسید اور ان کے نامور رفقاء، ص 140 Abdullah,Syed, *Sir Syed aur Unkay Rufaqa,*),P140.

[87] ۔صدیقی، یسین مظہر، ڈاکٹر، سیرت نگاری کا صحیح منہج، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، اکتوبر۔ دسمبر 2001ء، ص 21

Siddiqui, Yaseen Mazhar, *Seerat Nigari Ka Sahi Manhaj*, (Ali Garh: Majalla Tehqeqaat-e- Islami, October-December 2001AD),P21.

[88] ۔نعیم صدیقی، محسن انسانیت ﷺ، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور (بیالیسواں ایڈیشن 2010)، ص 181۔

Naeem Siddiqui, *Mohsin-e-Insaniat*, (Lahore: al-Faisal Nashraan,42nd ed: 2010AD),P181.

[89] ۔علوی، ڈاکٹر خالد، انسان کامل ﷺ ۔الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور (ساتواں ایڈیشن، 2011)، ص24

Alvi, Khalid, *Insan-e-Kamal*, (Lahore: al-Faisal Nashraan, 7th ed:2011AD),P24.

[90] ۔شبلی نعمانی وسلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، ص20 Shibli & Nadvi, *Sirat un Nabi(SAW)*,P20.

[91] ۔سرسید، احمد خان، الخطبات الاحمدیۃ فی العرب والسیرۃ المحمدیۃ، نفیس اکیڈمی کراچی، ط اول 1964، ص25-26۔

Sir Syed, Ahmed Khan,*al-Khutbaat al-Ahmadia fi al-Arab wa al-Seerat al-Muhammadia*, (karachi: Nafees Academy,1st ed: 1964AD),P25-26.

92 ۔ مبشر حسین، سیرت نگاری میں صحت واِستناد کی بحث: دور جدید کی چند نمائندہ کتب کی روشنی میں ایک تنقیدی مطالعہ۔ مشمولہ مقالات بین الاقوامی سیمینار: دور جدید میں سیرت نگاری کے رجحانات (26 تا 28 مارچ 2011) ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد (غیر مطبوعہ) ص 42

Mubasher Hussain, *Seerat Nigari Mein Sehat o Istanaad ki Behath:Jadeed Kutub ka Mutalia*, (Article Conference: Seerat Nigari Kay Jadeed Rujhanaat March 2011,IIUI)(Islamabad: Idara e Tehqeqaat),P42

93 ۔ مبشر حسین، محولہ بالا، ص 43 Ibid, P43

94 ۔ ہیکل، محمد حسین، حیات محمدؐ، (مترجم محمد مسعود عبدہ)، الفیصل ناشران، لاہور، س ن

Haikle, , *Hayat Muhammad(SAW)*Tr:Muhammad Masood(lahore: al-Faisal Nashiran).

95 ۔ کاندھلوی، مولانا ادریس، سیرۃ المصطفیٰ ﷺ، مکتبہ عثمانیہ۔ جامعہ اشرفیہ، لاہور، 1979ء۔

Kandhlvi, Molana Idrees, *Seerat ul Mustafa (SAW)*, (lahore: Maktaba Uthmania,1979AD)

96 ۔ ابوشہبہ' محمد بن محمد' السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ' دار القلم' دمشق' ط اول' 1409/1988

Abu Shehba,Muhammad, *al-Sirah al-Nabvia fi Dhoey al-Quran wa al-Sunnah,* (Damascus: Dar al-Qalam,1st ed:1409H)

97 ۔ ضیاء العمری، ڈاکٹر اکرم، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ' مدینہ منورہ' مکتبۃ العلوم والحکم' طبع 1993ء

Zia Ul Umri, Dr Akram, *al-Sirah al-Nabvia al-Sahiha,* (Madian al-Munawara: Maktaba al-Uloom, 1933AD).

98 ۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، دیباچہ از سلمان ندوی، ج1 ص14 Shibli & Nadvi, *Sirat un Nabi(SAW)V.1*,P14.

99 ۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، ص648 Ghazi, Mehmood Ahmed,*Muhazraat e Seerat,* P648

100 ۔ صدیقی، یٰسین مظہر، ڈاکٹر، سیرت نبوی پر مغربی مصنفین کی انگریزی نگارشات، سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، (جولائی۔ ستمبر 1984) ص 260

Siddiqui, Yaseen Mazhar, *Seerat Nabvi par Magrbi Musanifeen ki Angrezi Nigarshaat*, (Ali Garh: Majalla Tehqeqaat-e- Islami, July-September 1987AD),P260.

101 ۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، ۶۵۸ Ghazi, Mehmood Ahmed,*Muhazraat e Seerat,* P658

102 ۔ ایضاً، ص 648۔652 Ibid, P648-652

103 ۔ طہٰ حسین، علی ھامش السیرۃ، دار المعارف، قاہرہ، س۔ن

Taha Hussain, *Alaa Hamish al-Sirah*, (Cairo: Dar al-Maarif)

104 ۔ خالد، انور محمود، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 229 Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, P229.

105 ۔ صدیقی، یسین مظہر، سیرت نگاری کا صحیح منہج، مشمولہ تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اکتوبر۔ دسمبر 2001، ص19

Siddiqui, Yaseen Mazhar, *Seerat Nigari Ka Sahi Manhaj*,P19.

106 ۔ شبلی نعمانی، محولہ بالا، مقدمہ ص 69 Shibli & Nadvi, *Sirat un Nabi(SAW)*,P69.

107 ۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، 668 Ghazi, Mehmood Ahmed,*Muhazraat e Seerat,* P668

108 ۔ شاہ علی، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 200 Shah Ali, Dr, *Urdu Mein Sawaneh Nigari,P200*

109 ۔ انور، خالد محمود، ص564، بحوالہ مکاتب شبلی 1/313

Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, 622 w.r.t *Makateeb e Shibli*,V.1,p313

110 ۔ عزیز احمد، پروفیسر، محولہ بالا، ص 98 بحوالہ پروپوزڈ پولیٹکل، لیگل سوشل ریفارمز ان آٹوئن ایمپائر 1883، ص 128

111 ۔ ایضاً، ص 137، بحوالہ امیر علی سپرٹ آف اسلام، ص 49 Ibid,P137 w.r.t:Ameer Ali, *Spirit of Islam,P49*

[112] ۔ ایضاً، 138، بحوالہ امیر علی سپرٹ آف اسلام، ص 51 Ibid,P138 w.r.t:Ameer Ali, Spirit of Islam,P51

[113] ۔ الطاف فاطمہ، محولہ بالا، ص 171 Altaf Fatima, *Urdu Mein Fann e Sawaneh Nigari Ka Irtiqa*,p171

[114] ۔ خالد، انور محمود، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 526 Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, P526.

[115] ۔ الطاف فاطمہ، محولہ بالا، ص 167 Altaf Fatima, *Urdu Mein Fann e Sawaneh Nigari Ka Irtiqa*,P167

[116] ۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات، ص 649 Ghazi, Mehmood Ahmed,*Muhazraat e Seerat*, P649

[117] ۔ صدیقی، یٰسین مظہر، سیرت نگاری کا صحیح منہج، ص 25

Siddiqui, Yaseen Mazhar, *Seerat Nigari Ka Sahi Manhaj, P25*

[118] ۔ شبلی، مقدمہ سیرۃ النبی ﷺ، ص 48 Shibli & Nadvi, *Sirat un Nabi(SAW)*,P48.

[119] ۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت، کراچی، طششم 1984، ص 22

Hameedullah, Dr Muhammad,*Rasool Akram(SAW) ki Siyasi Zindagi,* (Karachi: Dar al-Ashaat,6th Ed: 1984), P12.

[120] ۔ علی ندوی، ابوالحسن، نبی رحمت، ص 15-14 Nidvi, Syed Abu al- Hassan, *Nabi e Rehmat*,P14-15

[121] ۔ شاہ علی، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 261 Shah Ali, Dr, *Urdu Mein Sawaneh Nigari,P261*

[122] ۔ ایضاً، ص 271 Ibid, P271

[123] ۔ طاہر القادری، ڈاکٹر، محولہ بالا، ص 41 Tahir al Qadri, *Muqadima e Sirat al-Rasool(SAW)*,P41

[124] ۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات 665۔ خالد، انور محمود، ص 573 بحوالہ مکاتیب شبلی

Ghazi, Mehmood Ahmed, *Muhadrat e Sirat,P665;* Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, 573 w.r.t *Makateeb e Shibli*

[125] ۔ خالد، انور محمود، ص 573 بحوالہ مکاتیب شبلی

Khalid, Anwar, *Urdu Nasar Mein Seerat e Rasool*, 622 w.r.t *Makateeb e Shibli.*

[126] ۔ سلمان ندوی، سید، سیرۃ النبی ﷺ، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۸۶ء، دیباچہ، جلد 5، ص 9

Shibli & Nadvi, *Sirat un Nabi(SAW)*,V.5,P9.

[127] ۔ منصور پوری، سلیمان، رحمۃ للعالمین، مکتبہ الحرمین فیصل آباد، 2007ء، جلد سوم، ص 24

MansoorPuri,Suleman,*Rehmat ul lil Almeen,* (Faisalabad:Maktaba al-Harmain, 2007),V.3,P24.

[128] ۔ افضل حق، محبوب خدا، محولہ بالا۔ Afzal Haq, Chuhdry, *Mehboob e Khuda*,

[129] ۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات، ص 675 Ghazi, Mehmood Ahmed,*Muhazraat e Seerat, 675*